THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, September 19, 2011
(73rd Session)
Volume VI, No. 04
(Nos.1-04)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran……………………	1
2.	Leave of Absence…………………………………..	1-3
3.	Discussion on the Commenced Motion: "Flood situation in the country with particular reference to Sindh Province"…………………………………….	4-32
4.	Point of order:	
	• Spread of Dengue Fever in the country…………………………..………..	33-43

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume-VI No.04 SP.VI(04)/2011 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, September 19, 2011

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty seven minuts past five in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآىِٕلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر اور اس کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں اور گردنوں کے چھڑانے میں مال خرچ کرے اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب وہ عہد کرلیں اور تنگ دستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر 177)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave applications.

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب محمد طلحہ محمود نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ 16 تا 20 ستمبر کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: سردار محمد جمال خان لغاری صاحب ناسازی طبعیت کی بنا پر مورخہ 14 اور 16 ستمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: جناب مولانا عبدالغفور حیدری صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 16 اور 19 ستمبر کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: جناب راجہ محمد ظفرالحق صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 16 ستمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: جناب افرا سیاب خٹک صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 19 ستمبر کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: جناب محمد زاہد خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 19 ستمبر کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: محترمہ عافیہ ضیاء صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 16 ستمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان صاحب کراچی میں بعض مصروفیات کی بنا پر مورخہ 12 تا 16 ستمبر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: محترمہ فرح عاقل صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 16 ستمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: سیدہ صغریٰ امام صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 14 ستمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: سید خورشید احمد شاہ صاحب، وزیر برائے مذہبی امور نے اطلاع دی ہے کہ سعودی عرب کے سرکاری دورے پر ہیں اس لئے مورخہ 21 ستمبر تک اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

جناب چیئر مین: ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان صاحبہ، وزیر برائے اطلاعات و نشریات نے اطلاع دی ہے کہ وہ سیلاب زدگان کی امداد کے سلسلے میں مصروفیات کے باعث آج مورخہ 19 ستمبر کو اجلاس شرکت نہیں کر سکیں گی۔

Bokhari Sahib, should we start the "Commenced Motion"? We may now take up item No. 2, regarding further discussion on the following motion moved by Syed Nayyer Hussain Bokhari, Leader of the House, on 12 September, 2011:−

> "This House may discuss the flood situation in the country with particular reference to Sindh Province."

جی، سیمیں صدیقی صاحبہ۔

Discussion on Commenced Motion: Flood situation in the country with particular reference to Sindh Province

سینیٹر سیمیں صدیقی: جناب چیئرمین! آپ کو معلوم ہو گا کہ Saturday کو کچھ سینیٹروں کی ایک میٹنگ تھی چیمبر آف کامرس کراچی میں and I would like to thank them on behalf of the House کہ انہوں نے ہمارے ساتھ بہت cooperate کیا اور جتنا فنڈز ہم نے raise کیا they have promised to provide equal amount اپنی طرف سے بھی۔ تو I would like to thank them.

Mr. Chairman: Now, we are starting the distribution of the relief goods to the flood affectees.
اس کے لئے کل صبح 11:30 بجے میٹنگ رکھی جائے کمیٹی روم نمبر تین میں، جو بھی سینیٹر صاحب اس کے اندر شرکت کرنا چاہیں they are welcome to do so. تاکہ یہ جو relief goods ہیں جو ہم خرید رہے ہیں تاکہ اسی ہفتے سے ادھر distribution شروع ہو جائے تاکہ یہ بھی decide کیا جائے گا کہ کل جو بھی جانا چاہیں گے سینیٹرز صاحبان they are welcome to go to Sindh and distribute the goods to the affectees of the flood. جی شکریہ۔
مشہدی صاحب! آپ floods کے اوپر speech کرنا چاہیں گے؟

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: میں جناب! on the flood situation بات کرنا چاہوں گا۔

Mr. Chairman: Yes please. Speech shall not exceed ten minutes, the mover and the Minister concerned may speak for 30 minutes.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much Mr. Chairman. First of all I would like to thank the honourable members of this House because I have the honour of belonging to the Province of Sindh. The honourable

members of this House belonging to all shades of public opinion, all the political parties of all the areas of Pakistan, they have contributed very generously and they have put a lot of efforts to raise funds which they are going to distribute in the flood affected areas of Sindh.

جناب! آج صوبہ سندھ میں یہ حالت ہے کہ چھ لاکھ سے زیادہ لوگ بے گھر ہیں۔ بچے، عورتیں، مرد بھوکے ہیں۔ حکومت پاکستان، حکومت سندھ دونوں سو رہی تھیں۔ کہتے ہیں کہ جب روم جل رہا تھا تو Nero the Emperor fiddle کر رہا تھا۔ جب یہ floods اور بارشیں آ رہی تھیں تو حکومت کے سارے وزیر fiddle کر رہے تھے اور کسی نے کسی قسم کی مدد نہیں کی۔ ہمارے غریب پسے ہوئے عوام کی کوئی مالی امداد نہیں کی۔ جب یہ floods آئے تو لوگوں کے گھر اپنے ساتھ بہا کر لے گئے۔ سندھ میں ہماری جتنی بھی فصلیں ہیں وہ سب ڈوب گئیں ہیں اور سب تباہ ہو گئ ہیں۔ شاید کسی کو اندازہ ہو کہ ان floods نے کتنا نقصان پہنچایا ہے لیکن میرے اندازے کے مطابق سندھ حکومت کو اس کی rehabilitation کے لیے کم از کم پانچ سال لگیں گے۔ جناب! فوٹو سیشن کے لیے بڑے بڑے leaders وہاں چلے جاتے ہیں اور فوٹو کھنچوا کر آجاتے ہیں۔ چند families جو سڑک کے اوپر بیٹھی ہیں ان کو کچھ نہ کچھ aid مل جاتی ہے لیکن آپ interior Sindh میں چلے جائیں، بدین میں چلے جائیں، تھر میں چلے جائیں، نواب شاہ ڈسٹرکٹ میں چلے جائیں، ٹنڈو محمد خان اور عمر کوٹ وغیرہ میں چلے جائیں، سندھ کا کوئی علاقہ ایسا نہیں جو اس وقت ڈوبا ہوا نہ ہو اور لوگ بے بس بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابھی تک حکومت کی طرف سے کوئی توجہ دکھائی نہیں دی۔ کوئی organized, proper and well coordinated aid نہیں دی گئی۔ اب پاکستان فوج اور پاکستان نیوی گئی ہے، ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، as usual وہ very well organized ہیں۔ وہ دیہاتوں میں جا رہے ہیں، اندرونی areas میں جا رہے ہیں اور لوگوں کو بچا بچا کر خشک علاقوں میں لا رہے ہیں۔ لوگ جو floods میں گھرے ہوئے ہیں ابھی تک ان کے لیے rescue operation ہو رہا ہے، لوگوں کو ان کے گھروں سے اٹھا کر safe مقامات پر لایا جا رہا ہے۔ ابھی تک ان کے feeding arrangements, ان کے رہنے کی arrangements, ان کے کھانے پینے کی arrangements اور ان کے میڈیکل arrangements نہیں ہوئے۔ آپ کو یہ سن کر دکھ ہو گا کہ چھ لاکھ لوگوں کو already ملیریا ہو گیا

ہوا ہے۔ اس کے اوپر dengue fever کی مصیبت نازل ہو گئی ہے۔ اب کراچی میں بھی 12 deaths واقع ہوئی ہیں اور interior Sindh میں 8 report ہوئی ہیں، پنجاب صوبہ پہلے ہی سے dengue سے مار کھا رہا ہے اور وہاں جو بدانتظامی ہے اس سے سب واقف ہیں۔ ہماری عوام کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کیوں کیا جاتا ہے؟ ہماری عوام 98% غریب ہیں، جن کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے، جن کے پاس کپڑا وہی ہے جو انہوں نے پہنا ہوا ہے، ان کا صحیح طریقے سے خیال کیوں نہیں کیا جاتا؟ ان کے لیے پلاننگ کیوں نہیں کی جاتی؟ اسی سینیٹ نے Disaster Management Cell والوں کو بلایا اور وہ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پانچ بلین روپیہ آخری سیلاب سے پڑا ہوا ہے۔ انہوں نے کیوں رکھا ہوا ہے؟ کیا تماشے کے لیے رکھا ہوا ہے؟ دکھاوے کے لیے رکھا ہوا ہے؟ جس دن سیلاب آیا تھا اسی دن ان کا کام تھا کہ یہ غریب عوام کو پہنچاتے۔ ہمارے غریبوں کو پہنچائیں، ان غریبوں کو سمجھیں، غریبوں کو پاکستانی سمجھیں، غریبوں کو اپنا سمجھیں۔ ائر کنڈیشنڈ بنگلوں میں بیٹھ کر، بڑے بڑے گھروں میں بیٹھ کر تقریریں کر دینا آسان ہے مگر وہاں پر جا کر ان کی حالت دیکھیں۔ سات سات دن سے، دس دس دن سے بھوکے ہیں۔ یہ این جی اوز والے، بیگمات، بڑے بڑے کھلاڑی کہتے ہیں کہ ہم تو ٹرک لے کر گئے تھے وہ لوٹا گیا تھا۔ اگر میرے بچے دس دن سے بھوکے ہوں اور حکومت نے یا کسی اور نے میرے بچوں کو دس دن سے کھانا نہ دیا ہو تو میں بھی اس ٹرک کو لوٹوں گا۔ آپ یہ کیوں نہیں سمجھ رہے کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہے۔ آپ کو وہاں پر کھانا پہنچانا ہے، جو پہنچا رہے ہیں اس کی حالت دیکھیں، اس میں مکھیاں ہیں، اس میں ہر قسم کا گند ہے، جو ریلیف کا سامان لوگ دے رہے ہیں، پرانا ایک سال پہلے کا جمع کیا ہوا سامان وہ بھی بھیج رہے ہیں، وہ بھی کھانے کے قابل نہیں ہے۔ خدا کے لیے ان کو پاکستانی سمجھیں، ان کو اپنے بہن بھائی سمجھو، ان کو اپنی بیٹیاں سمجھو، اپنے بیٹے سمجھو، ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو آپ اپنے ساتھ کرتے ہیں۔ سب کو مل کر ایک مشترکہ کوشش کرنی چاہیے، اب اگر پاکستانی فوج کو آپ نے بلا لیا ہے تو ان کے ذریعے سے ہی کوشش کریں اور لوگوں کو صحیح طریقے سے خوراک وسامان پہنچایا جائے۔

جناب والا! ابھی تو بڑے فلڈ آنے ہیں، ہماری تیاریاں کہاں ہیں، پچھلے سال جو بلین ڈالرز آئے تھے وہ کہاں گئے؟ وہ بند کہاں گئے؟ وہ سڑکیں کہاں گئیں؟ آپ نے فلڈ کے لیے protection بند بنانے تھے، آپ نے جو دریا صاف کرنے تھے، آپ نے نالوں کو صاف کرنا تھا آپ نے کچھ بھی نہیں کیا اور یہ حالت ہو گئی۔ اب بیماری آ گئی ہے، بیماری کے لیے دوائیاں نہیں ہیں۔ اقوام متحدہ کی بہت

مہربانی کہ انہوں نے پاکستانی حکومت سے زیادہ خیال رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ 365 ملین ڈالر چاہیے سندھ کے فلڈ کے لیے جو پاکستان میں آیا ہوا ہے اور وہ جمع کر رہے ہیں۔ International Red Cross اور خاص طور پر سندھ کا Red Crescent بہت اچھا کام کر رہا ہے لیکن وہ limited ہے۔ یہ پرائیویٹ NGO ہے پرائیویٹ لوگوں کی donation سے چلتا ہے۔ یہاں پر حکومت پاکستان کی concerted effort چاہیے۔ وزیراعظم کے پاس اٹھائیس ارب روپے پڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے دو ارب روپے دیئے ہیں۔ کم از کم بیس ارب تو کریں، وہ پیسہ کس کا ہے، وہ پاکستانیوں کا پیسہ ہے۔ اگر پاکستانیوں کے مصیبت میں وہ پیسہ خرچ نہیں کرو گے تو کب کرو گے۔ جشنوں پر خرچ کرو گے، اشتہارات پر خرچ کرو گے یا کس پر خرچ کرو گے؟ غریب کو اپنا سمجھو، غریب کو اپنے دل سے لگاؤ، آج وہ رو رہا ہے، اس وجہ سے رو رہا ہے کہ اس کو کوئی پوچھ نہیں رہا۔ وہ کہتا ہے کہ میرے آنسو صاف کرو، میرے بچے کو ایک وقت کا کھانا دو، میرے سر پر چھت ڈال دو، ایک ٹینٹ دے دو۔ پاکستانی قوم بہت دل والی قوم ہے، پاکستان قوم نے ہمیشہ، سول سوسائٹی کی بات کر رہا ہوں، حکومت کی نہیں، حکومت تو پیسہ کھینچتی ہے، یہ پاکستانی عوام ہے جو پیسہ دیتی ہے۔ پاکستانی عوام بڑے کھلے دل سے پیسہ دیتی ہے۔ پاکستانی عوام کا میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، اس ہاؤس میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آج بھی جو وہ گڈز بھیج رہی ہے وہ پرائیویٹ لوگ بھیج رہے ہیں، پرائیویٹ ادارے بھیج رہے ہیں، کے کے بھیج رہی ہے، ایدھی بھیج رہی ہے۔ میں بغیر party politics کے، بغیر point scoring کے، یہ وقت سیاست کھیلنے کا نہیں ہے۔ یہ وقت پاکستانی عوام کے مدد کرنے کا ہے۔ پاکستانی عوام آپ سے مدد مانگ رہے ہیں، یہ ان کا حق ہے۔ آپ ان کو بھیک نہ دیں، آپ ان کو حق دیں شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ، جی ڈاکٹر خالد سومرو صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب والا! سب سے پہلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پڑھنا چاہتا ہوں۔ (عربی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب قومی ملکیت کو ذاتی جاگیر سمجھا جائے۔ جب امانت کو غنیمت کا مال سمجھا جائے۔ جب زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے۔ علم حاصل کیا جائے لیکن دین کی خدمت کے ارادے سے نہیں، حصول دنیا کے ارادے سے کیا جائے۔ جب لوگ اپنی بیوی کی عزت تو کریں لیکن ماں کو بے عزت کریں۔ جب لوگ اپنے دوست کی عزت تو کریں لیکن

اپنے باپ کو بے عزت کریں۔ جب مسجدوں میں آوازے ظاہر ہوں۔ جب قبیلوں کے بڑے فاسق و فاجر لوگ بن جائیں۔ جب قبائل کے اور ملکوں کے سر براہ گندے لوگ بن جائیں۔ جب لوگوں کی عزت اس لیے کی جائے کہ میں اگر اس کی عزت نہیں کروں گا تو یہ مجھے ذلیل کروائے گا مجھے مار ڈالے گا، مجھے تباہ کر دے گا، اس کے ڈر کی وجہ سے عزت کی جائے۔ جب گانے بجانے کے آلات ظاہر ہو جائیں، گانے بجانے والے ظاہر ہو جائیں، گانے بجانے والیاں ظاہر ہو جائیں۔ جب کھلم کھلا شراب پی جائے۔ جب امت کے آخری لوگ پہلے زمانے کے لوگوں پر لعن و طعن کریں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا پھر آپ انتظار کریں کہ آپ پر سرخ آندھیاں آئیں، آپ کے علاقوں میں زلزلے آئیں یا آپ پر قدرتی عذاب نازل ہو، آسمان کی آفتیں نازل ہوں یا زمین پھٹ جائے اور آپ اندر چلے جائیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا برائیوں کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پھر جس طرح تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے، پھر آپ کی قوت بھی ختم ہو جائے گی، آپ کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہیں گے۔

جناب والا! میں نے یہ حدیث پاک اس لحاظ سے پڑھی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہمارے ساتھ جو ہو رہا ہے، ہماری بداعمالیوں کا بھی نتیجہ ہے۔ ہمیں اجتماعی توبہ بھی کرنی چاہیے۔ جب تک ہم اللہ کے دروازے پر نہیں آئیں گے، ہم دوسروں سے تو بھیک مانگتے ہیں لیکن رب سے بھیک نہیں مانگتے۔ ہم دوسروں کے دروازے پر تو جھکتے ہیں لیکن اللہ کے دروازے پر نہیں جھکتے۔ کبھی زلزلوں کی صورت میں، کبھی سیلاب کی صورت میں، کبھی بارشوں کی صورت میں جو تباہی آئی ہوئی ہے اس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ جناب والا! اس وقت سندھ میں جو تباہی آئی میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، سندھ میرا صوبہ ہے، گزشتہ سیلاب سے بھی اتنی تباہی نہیں ہوئی جتنی اس مرتبہ ہوئی۔ میں تو یہ کہوں گا کہ دگنی تباہی ہوئی ہے۔ جو اعداد و شمار ٹی وی اور اخبارات میں آرہے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں، اگر آپ خود جائیں اور ان علاقوں کو دیکھیں وہاں پر جو حالات ہیں، سات لاکھ سے اسی لاکھ لوگ کم از کم سڑکوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ کم از کم پچاس لاکھ کا اقرار تو سرکاری ادارے بھی کرتے ہیں لیکن ساٹھ لاکھ سے اسی لاکھ لوگ سڑکوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ سرکار نے کچھ نہیں کیا۔ اختلافات کے باوجود میں مانتا ہوں لیکن وہ منہ میں زیرے کے برابر ہے، چونکہ نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ شہروں میں اور سرکاری کیمپوں میں جو لوگ پہنچے ہیں ان کو کچھ نہ کچھ مل رہا ہے لیکن جو پانی میں پھنسے ہوئے ہیں، آدھے سے زیادہ لوگ پانی میں پھنسے ہوئے ہیں وہاں پر کوئی نہیں پہنچ رہا۔

جناب چیئرمین: احمد علی صاحب پلیز.listen to the member

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: پچھلے سیلاب میں این جی اوز کا ایک کردار تھا- کچھ این جی اوز تو ایسی ہیں جو برائے نام ہیں، کچھ ایسی بھی ہیں جو واقعتاً کام کرتی ہیں- گزشتہ سیلاب میں کچھ این جی اوز نے واقعتاً کام کیا لیکن اس مرتبہ مجھے وہاں پر این جی اوز بھی دیکھنے میں نہیں آرہی- گزشتہ سیلاب کے موقع پر بیرونی ممالک میں مقیم پاکستانیوں نے بڑا کردار ادا کیا اور دوسرے ممالک کی طرف سے بھی خاصی امداد آئی لیکن اس دفعہ یہ رجحان بھی نہیں ہے، گویا کچھ ہوا ہی نہیں- میں سمجھتا ہوں تقریباً گنے کی فصل مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے جو اربوں کھربوں کا نقصان ہے- کاٹن کی پوری فصل تباہ ہو چکی ہے، اربوں کھربوں کا نقصان ہے- سندھ میں اور سندھ سے باہر سبزیاں اکثر اسی علاقے سے آتی ہیں ، سبزیاں ساری تباہ ہو چکی ہیں- سبزیوں کے تباہ ہونے کی وجہ سے سبزیوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں- لوگ کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں ان کے اوپر کوئی ترپال نہیں ہے، کوئی ٹینٹ نہیں ہے، راشن نہیں مل رہا- گندے پانی کی وجہ سے اتنی بیماریاں پھیلی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اجتماعی طور پر سوچنا چاہیے اور جتنا بھی ممکن ہو ہم اس حوالے سے کوشش کریں اور محنت کریں یہ حکومت کا فرض بھی بنتا ہے اور ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ ان عذابوں سے اور آفتوں سے کس طرح چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں- اللہ کو کس طرح راضی کر سکتے ہیں- میں سمجھتا ہوں کہ پہلے ہم پڑھتے تھے کہ اللہ نے نمرود کو ایک مچھر کے ذریعے مروا دیا تھا لیکن بات سمجھ میں نہیں آتی تھی اب ڈینگی نے بہت ساروں کو ٹھیک کر دیا ہے- اب ماشاءاللہ پورے کپڑے پہننے کے احکامات بھی صادر ہو چکے ہیں- مکمل آستین ہونی چاہیے، جرابیں بھی پہنو، جسم کا کوئی حصہ کھلا نظر نہ آئے، بہت سارے مولویوں نے وہ کام نہیں کیا جو Mr. Dengue نے نہیں کیا- میں سمجھتا ہوں کہ اس تمام صورتحال میں کوشش کے ساتھ ساتھ توبہ بھی کرنی چاہیے اور حکومت کا فرض بنتا ہے کہ اس حوالے سے عالمی دنیا کو اس طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی جائے - جتنا متوجہ کرنے کی ضرورت ہے اتنا ہم متوجہ نہیں کر سکے- اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ ان غریبوں کی، ان متاثرین کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے- امین-

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ- جی بنگش صاحب-

Senator Abdul Nabi Bangash: Thank you Mr. Chairman. No doubt,

اس وقت ہمارا ملک کافی مشکلات میں ہے- اس کا ہمیں دکھ بھی ہے اور اس کے لیے ہر کوئی اپنی کوشش بھی کر رہا ہے- میرے گاؤں ٹل، ضلع ہنگو سے باچا خان ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے کچھ طلبہ study

tour پر ہیں۔ ان کے طلبہ، اساتذہ اور ان کے پرنسپل یہاں پر موجود ہیں، میں ان کو welcome کرتا ہوں اور اس ذریعے سے تمام پارٹیوں کو ایک message بھی دیتا ہوں کہ ہم نے باچا خان ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت یہ کوشش کی کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ باچا خان کا ایک فلسفہ تھا کہ اگر آپ نے قوم و ملک کے بچوں کو نہیں پڑھایا اور اپنے بچوں کے ساتھ اگر قوم کے بچوں کو اپنا بچہ نہیں سمجھا تو پھر ہمیں اسی طرح طالبانائزیشن اور اسی طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میری تمام پارٹیوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں سکول کھولیں۔ ہم اپنے صوبے خیبر پختونخوا میں voluntarily سکول چلا رہے ہیں۔ ان میں free education, fee uniform and free books ان کو دے رہے ہیں۔ ان کا course Cambridge level کا ہے۔ بچے انشاء اللہ آپ سے ملاقات بھی کریں گے۔ لہذا میرا ایک پیغام ہے اور سب بھائیوں سے میری گزارش ہے کہ جتنی بھی پارٹیاں ہیں وہ اپنے منشور میں ایک یہ چیز بھی شامل کریں کہ party basis پر free education provide کریں اور صرف حکومت پر بوجھ نہ ڈالیں کیونکہ قوم کے ان بچوں کا بھی ہم پر حق ہے جن کے والدین میں استطاعت نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی ڈاکٹر سعیدہ صاحبہ۔ میں نے سب کے ہاتھ دیکھ لیے ہیں۔ باری باری سب کو موقع ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: اس وقت جو صورتحال ہے تو آپ کے اور ہمارے سمیت پوری قوم پریشان ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کے پاس بیان کرنے کا سلیقہ زیادہ ہے اور کسی کے پاس کم ہے۔ میں صرف دو points پر بات کروں گی کیونکہ اس طرح repetition ہو جائے گی۔ One is the pathetic condition of the NDMA. ان کو خاص طور پر بلایا گیا کہ وہ ہمیں briefing دیں----

(اس موقع پر مغرب کی اذان کی آواز ایوان میں سنائی دی گئی)

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر صاحبہ! آپ کتنا وقت اور لیں گی۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: میں صرف دو منٹ لوں گی۔

جناب چیئرمین: پھر اس کے بعد نماز کا وقفہ کر لیں گے۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: پھر NDMA کو بلایا گیا کہ وہ ہمیں briefing دیں اور ہم بڑے شوق سے گئے کہ ہمیں بہت سی معلومات ملیں گی۔ مگر ان کی معلومات ہم سے بھی کم تھیں۔ ہماری معلومات میں اضافہ گل محمد لاٹ صاحب اور مولا بخش چانڈیو صاحب نے کیا۔ آنکھوں دیکھی باتوں سے ہوا، بہت سی باتوں کی وضاحت ہو گئی اور ہم اس position میں آئے کہ ہم صحیح اندازہ لگا سکیں کہ کیا کیا جا سکتا ہے۔ وہ تو سب اپنی اپنی جگہ efforts کر رہے ہیں لیکن میں ایک خاص بات آپ کے سامنے لانا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ ان 65 لاکھ یا کم و بیش جتنے بھی افراد یا متاثرین جو ہماری مدد کے منتظر ہیں، ان میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ pregnant خواتین ہیں اور ان کے مسائل کے حل کا کوئی بندوبست موجود نہیں ہے۔ ایک خاتون نمائندہ ہونے کی حیثیت سے میں اور میری ساتھی خواتین یہ چاہیں گی کہ ہم ان خواتین کے لیے خاص طور ایک خواتین کی کمیٹی بنا کر کچھ کریں، ان کی ادویات کا، ان کی دیکھ بھال کا کچھ کریں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحبہ! کل ساڑھے گیارہ بجے میں نے یہ meeting رکھی ہے۔ آپ اس میں آئیے گا۔ یہ چیز جو آپ discuss کر رہی ہیں، we will try to solve the problem. انشاء اللہ کل ساڑھے گیارہ بجے کمیٹی روم نمبر تین میں۔ آپ بھی آجائیے گا کلثوم صاحبہ۔ جی۔

سینیٹر کلثوم پروین: اس پر ہم خصوصی بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: کل آپ آئیے، ہم اس پر تفصیل سے بات کر لیں گے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: آپ بھی آجائیے گا کلثوم صاحبہ!

سینیٹر کلثوم پروین: اس پر خواتین کو بات کرنے کا خاص طور پر موقع دیا جائے تاکہ ہم اپنے طریقے سے بھی اور آپ کی مدد کے ساتھ جا کر ان کی مدد کر سکیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک۔ انشاء اللہ کل ساڑھے گیارہ بجے۔ اب پندرہ منٹ کے لیے نماز کا وقفہ کرتے ہیں۔ پندرہ منٹ کے بعد انشاء اللہ پھر ملتے ہیں۔

(اس موقع نماز مغرب کے لیے اجلاس کی کارروائی ملتوی کی گئی)

(نماز مغرب کے وقفے کے بعد اجلاس جناب چیئرمین (جناب فاروق حامد نائیک) کی زیر صدارت شروع ہوا)

جناب چیئرمین: کاکڑ صاحب، بسم اللہ کیجیے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈووکیٹ: جناب چیئرمین! ہم تو اس تیاری میں تھے اور یہ اجلاس اسی امید پر extend کیا گیا کہ بالعموم سندھ اور خصوصاً کراچی کے حالات پر۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ سیلاب پر speech کیجیے۔ بسم اللہ کیجیے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈووکیٹ: سندھ میں سیلاب سے تباہ کاری ہوئی ہے، اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مکانات گر گئے ہیں، ان کا وجود ختم ہو گیا ہے اور لاکھوں ایکڑ پر کھڑی فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ ساٹھ سے اسی لاکھ کے قریب لوگ دربدر ہو گئے ہیں، اب وہ سڑکوں پر ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ اس سیلاب یا طوفان کی ذمہ دار حکومت ہے لیکن ہمارا Meteorological Office جس پر اربوں روپے خرچ ہوئے ہیں، اس کی forecast کیا تھی۔ کیا اس کے international satellite سے کوئی links تھے یا پھر ایسے local arrangements تھے کہ جس سے NDMA کو مطلع رکھا جاتا؟ کیا NDMA and Meteorological Office کا آپس میں coordination تھا۔ ان دونوں کا Federal Government or Provincial Governments کے ساتھ کیا coordination تھا؟ NDMA کے کچھ مہربان جب ٹی وی پر talk shows میں آتے ہیں تو برملا اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمیں Deputy Commissioners, Assistant Commissioners یا local authorities جو data provide کرتی ہیں۔۔۔، اس دن سینیٹ کی Flood Committee کو جب briefing دی جا رہی تھی تو عجیب باتیں سامنے آ رہی تھیں کہ ہمیں جو بھی local data ملتا ہے، ہم اس پر ہی عمل کرتے ہیں یعنی پٹواری کی رپورٹ پر بات اوپر تک جاتی ہے یا پھر ایک سپاہی کی information پر IG Sahib یا Ministry of Interior یا جن کے ہاتھ میں زمام اقتدار ہے، وہ عمل کرتے ہیں۔

NDMA کی کیا تیاری تھی؟ ان کے زعما شاید اس بارے میں کچھ بتانے کی position میں نہیں ہیں۔ ان کے پاس جو information or forecast تھی اور جو ایک real طوفان آیا، اس میں کیا فرق نکل رہا ہے؟ ان کی 100%, 200%, 1000% forecast غلط نکلی یا حکومت کی رپورٹ

بالکل ہی غلط تھی۔ اس وقت یقیناً global recession چل رہا ہے، ہم بھی اس کا حصہ ہیں، ہمارے ہاں بھی financial crisis ہے۔ ایک، آدھ کے علاوہ ہر شخص ٹیکس چور ہے، وہ ٹیکس نہیں دے رہا اور ہر کسی کی اپنی اپنی تاویلات ہیں کہ میں ٹیکس کیوں دوں، یہ کس کھاتے میں جاتا ہے؟ ایک دعویٰ کیا جاتا رہا اور reliable sources کہتے ہیں کہ گزشتہ سیلاب کی مد میں حکومت کے پاس تقریباً ستائیس ارب روپے کے قریب پیسے پڑے تھے۔ کیا وہ موجودہ سیلاب کی تباہ کاریوں کی rehabilitation یا جو لوگ در بدر ہوئے ہیں، ان کے لیے پینے کا صاف پانی، ادویات، خیمے اور shelters کے سلسلے میں خرچ کیے جائیں گے یا پھر وہ MNAs, Senators اور ان صاحبان کو جو directives ملتے ہیں کہ اپنے حلقے میں یہ کام کرا لیجیے یا پھر سیلاب کے پیسے بھی وہاں چلے گئے ہیں؟ اس سلسلے میں قوم ابھی تک منتظر ہے۔ میری کچھ مجبوری ہے، شاید میں کھل کر بات نہ کر سکوں کیونکہ گھر کا بھیدی ہوں اور اخلاقیات بھی اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں وہ بات کروں۔

ہم سے friendly countries نے جو وعدے کیے تھے، وہ کیا ہوئے؟ انہوں نے جو وعدے کیے تھے، کیا ان کو ہم پر trust تھا؟ انہوں نے cash کی صورت میں contribute کیا یا غذائی مواد، دوائیاں، ٹینٹ اور کمبل وغیرہ جیسی چیزیں دیں؟ کیا اس میں سے کچھ باقی تھا جو اب ہمارے کام آیا؟ ان کے جو وعدے تھے، وہ ادھورے رہ گئے تھے؟ ہم نے پھر ان ممالک کی طرف ہی رخ کیا ہے۔ میں ان ممالک کا نام نہیں لے سکتا کیونکہ وہ ہمارے دوست ممالک ہیں۔ فقیر کی صدا ہے کہ جو دے، اس کا بھی بھلا، جو نہ دے، اس کا بھی بھلا۔ ہم تو ان اعداد و شمار اور آنکڑوں کے ہیر پھیر کو بھی نہیں جانتے کہ اتنے لاکھ یا ملین آپ کو دیے۔ الحمد للہ اس سے زیادہ تو ہمارے سینیٹ سے اکٹھے ہوئے ہیں۔

NDMA ہمیں بتائے یا بالفاظ دیگر حکومت بتائے کہ ساٹھ سے اسی لاکھ لوگ جو در بدر ہوئے ہیں، ان کے لیے کیا انتظامات ہیں؟ کیا وہی figures درست ہیں کہ ڈیڑھ لاکھ لوگوں کے لیے پینے کا صاف پانی، خوراک، دواؤں اور ٹینٹوں کا بندوبست ہو چکا ہے؟ کیا باقی لوگوں کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے؟ مجھے امید ہے کہ جب اس بحث کو سمیٹا جائے گا تو شاید اس سلسلے میں وضاحت سامنے آ سکے۔

میری ایک بہن نے خواتین کی بات کی، انہوں نے بجا فرمایا۔ Pregnant خواتین پر کیا گزر رہی ہے کیونکہ لوگ بر لب سڑک بیٹھے ہیں، ان کے پاس چارپائی وغیرہ بھی نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں سیلاب کے دوران سانپ، بچھو وغیرہ بھی ہوتے ہیں اور snake biting کے بہت سے cases ہوتے

ہیں۔ ہماری Health کے جو ناخدا ہیں اور 18th Amendment کے بعد Health بھی صوبوں کے پاس چلی گئی ہے۔ کیا وہاں پر snake biting کی ادویات ہوں گی؟ کیا اس در بدری کی حالت میں کوئی ان کو پوچھے گا؟ جناب چیئرمین! بڑی ہولناک روداد بیان کی جاتی ہے۔ حکومت سے بجا طور پر یہ توقع کی جاتی ہے کہ President Sahib, Prime Minister Sahib, Federal Government, Provincial Governments, Parliamentarians, Bureaucrats وغیرہ جس سے جتنا ہو سکے، کرے۔ ہمیں اپنی قوم کو خود اٹھانا ہوگا۔ وما علینا الاالبلاغ۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ محترم چیئرمین صاحب! جس موضوع پر میرے ساتھی Senator حضرات نے بات کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تباہی سندھ اور بلوچستان کے کچھ علاقوں میں ہوئی ہے، یہ بڑی افسوسناک ہے، کچھ قدرت کی طرف سے تباہی آئی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ہماری Administration اور اداروں کی لائی ہوئی تباہی ہے۔ مجھے بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے، جیسے مجھ سے پہلے میری ایک بہن نے کہا کہ National Disaster Management والے ہمارے پاس آئے، ان کے Chairman تو نہیں آئے۔ انہوں نے باتیں کیں، انہوں نے کہا کہ ان کو کچھ پتا ہی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری معلومات کا ذریعہ Provincial Disaster Management والے ہیں اور ہم Deputy Commissioner or DCOs وغیرہ سے پتا کرتے ہیں، ہمیں تو کچھ پتا نہیں ہے۔ میں نے مختلف T.V programmes میں ان کے Chairman کو یہ کہتے سنا کہ ہمیں سائنسدانوں یا ہمارے experts نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اتنی شدید بارشیں ہوں گی اور اتنی تباہی آئی گی، ہمارے پاس اس قسم کا کوئی بندوبست ہی نہیں ہے۔ ہم لوگ سائنسدان نہیں ہیں، ہم صرف اخبار پڑھتے ہیں یا media سے رابطہ رکھتے ہیں، ہم سن رہے تھے کہ environment میں ایک تبدیلی آرہی ہے، روس کے جنگلات میں آگ لگی ہوئی ہے اور America کے بعض علاقوں میں سیلاب آرہے ہیں بعض ملکوں میں سمندری سیلاب آئے ہیں۔ Environment میں تبدیلی آرہی تھی اور یہ بھی سنا جا رہا تھا کہ پاکستان میں مون سون کی شدید بارشیں ہوں گی، اب National Disaster Management والے یہ کہیں کہ ہم اس کے لیے تیار نہیں تھے، ہمیں کسی نے بتایا نہیں تھا تو پھر ہم کس کے پاس جائیں گے، کس سے گلہ کریں گے۔

جناب چیئرمین! سیلاب اور بارشوں کے پانی کو روکنے کے لیے دنیا میں بڑے بندوبست ہیں اور بڑے سادے بندوبست ہیں، ہم بمشکل تین دن کا پانی جمع کر سکتے ہیں اور ہمارا باقی پانی ضائع چلا جاتا ہے۔ ہندوستان ایک ماہ کا پانی store کر لیتا ہے اور چین کے پاس تقریباً ایک سال کے لیے پانیstore کرنے کی صلاحیت ہے۔ اس کے لیے بہت بڑے dam کی بات نہیں ہے جیسے ہم کہیں گے کہ بھاشا ڈیم بنے یا کٹ زرہ میں ایک dam بنے یا منڈا جیسا ڈیم بنے، اگر منڈا جیسا ڈیم بنے تو کم از کم وہ علاقہ جس میں پچھلے سال سیلاب آیا، وہ بچ جاتا ہے۔ اس کا طریقہ کار ہے کہ کہیں نہ بنائیں، آپ پنجاب میں نہ بنائیں، پختونخوا میں نہ بنائیں، جب سندھ کے دریا بارشوں کی پانی کی وجہ سے یا سیلابی پانی کی وجہ سے over flow ہوتے ہیں، وہ پانی ان علاقوں کو ڈبو دیتا ہے، اگر ہم چھوٹے چھوٹے کچے dams بنائیں، storage بنائیں، barrage بنائیں، ضروری نہیں ہے کہ وہ پکے ہوں اور اس میں cement کا استعمال کیا جائے اور بہت خرچہ کیا جائے۔ مٹی کی کھدائی کے بنائے جائیں کیونکہ ہمارے بڑے dams بھی مٹی کی کھدائی کے dams ہیں جو کہ silt سے کچھ عرصے کے ساتھ بھر جاتے ہیں، اگر ہم ان دریاؤں کے کنارے زمینوں پر چھوٹے چھوٹے storage dams بنائیں جو کہ بارش کے surplus پانی یا سیلابی پانی کو store کریں۔ ان کی seepage ہو گی تو وہ اتنی نقصان دہ نہیں ہو گی، اگر بدین کے علاقے میں میٹھے پانی کی seepage ہو جو سمندر کے کھارے پانی سے نقصان ہو رہا ہے، وہ بھی بچ جائے گا لیکن یہ سب باتیں کرنے کی ہیں۔ جناب چیئرمین! ہمارے ہاں problem ہے کہ ہم وقت سے پہلے کچھ نہیں کرتے اور جس وقت قیامت اور تباہی سر پر آجاتی ہے تو ہم اس وقت حرکت میں آجاتے ہیں۔

اس کی ایک چھوٹی سی مثال ہے، ہمارے ملک میں مچھروں کا ایک مرض dengue fever پھیلا ہے اور جب لاروا پیدا ہوتا ہے، اس میں spray کرنا چاہیے، ہم انتظار میں ہوتے ہیں کہ لاروا سے بچے پیدا ہوں اور پھر بچوں سے مچھر بڑھیں اور وہ لوگوں کو کاٹیں۔ ہم اس کے بعد ہاتھوں میں spray کی مشینیں لے کر آ جاتے ہیں، ہماری local government اور ہمارے مختلف health departments ہماری گلیوں میں مچھر مار مہم شروع کر دیتے ہیں۔ ہمیں جب وہ مہم شروع کرنی چاہیے، ہم اس وقت آرام سے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہمیں دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا معاشرہ بڑا corrupt ہے، ہم جو ادویات خریدتے ہیں، ان میں بھی corruption ہوتی ہے، spray کی ادویات کی quality بھی خراب ہوتی ہے اور ہمارے معاشرے میں جتنے بھی افسر لوگ ہیں، ان کی majority نااہل ہے۔ انہوں نے اس ملک سے کبھی محبت نہیں کرنی، ان کا صرف ایک مقصد ہوتا ہے کہ ہر معاملے میں

corruption ہو۔ ہم نے سنا ہے، شکر ہے کہ اب وزیر اعلیٰ پنجاب تحقیق کر رہے ہیں کہ مچھر دانیاں جو خریدی جا رہی ہیں، اس میں بھی corruption کی گئی ہے، spray وغیرہ کی ادویات میں بھی corruption ہے، ملاوٹ ہے۔ ہمارا پورا معاشرہ بڑا خراب ہے اور اسی معاشرے کی خدا بھی ہمیں سزا دیتا ہے۔

میں مشکور ہوں کہ ہمارے Senators نے چندہ اکٹھا کیا، Federation of Commerce, industry والوں نے کہا کہ ہم equal payment کریں گے، آپ نے ڈیڑھ کروڑ روپے جمع کئے ہیں، ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہماری بڑی حوصلہ افزائی کی ہے۔ یہ پورے پاکستانیوں کا فرض ہے، اس وقت سندھ اور بلوچستان کے لوگ مصیبت کے شکار ہیں۔ یہ بڑا عجیب ہے کہ ہم کہیں پانی کا شکار ہیں، کہیں مچھر کا شکار ہیں اور ہم نے جو دہشت گرد مچھر پالے تھے، ان کو خوراک دی تھی جن کے ہاتھوں میں اسلحہ دیا تھا، وہ آج ہمیں مار رہے ہیں اور قتل کر رہے ہیں۔ پشاور اور وزیرستان میں ہو رہا ہے، اب کراچی میں بھی شروع ہو گیا ہے۔ Thank you.

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی چٹھہ صاحب، ان کے بعد زیدی صاحب بات کریں گے کیونکہ اصل میں چٹھہ صاحب نہیں تھے لیکن انہوں نے ہاتھ پہلے اٹھایا تھا، چٹھہ صاحب بسم اللہ کریں۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: اگر کسی کو اعتراض ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں، آپ بات کریں، آپ نے شروع میں کہا تھا۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے ان ناگہانی حالات جو بارشوں سے پیدا ہوئے ہیں، ان پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا! یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم کئی سالوں سے دہشت گردی کا شکار ہیں اور cyclones آئے اور زلزلہ کے بعد دو سالوں سے مسلسل سیلاب آ رہے ہیں، شومئی قسمت سمجھیں یا شامت اعمال ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی دریاؤں میں طغیانی بھی نہیں آئی، پتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت عملی ہے کہ اسی علاقے کو جو پچھلے سال سے بے سروسامانی کی حالت میں ہے، اس میں دوبارہ اتنی مسلسل اور غیر معمولی بارشیں ہوئی ہیں کہ نہ کوئی حکومت سنبھال سکتی ہے نہ public اس کی متحمل ہو سکتی ہے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کے ذمے ضرور تھا کہ یہ پچھلے سال کے تجربے سے خبردار ہوتی اور خاص طور پر جب

محکمہ موسمیات نے کہہ دیا تھا کہ اگلے سال معمول سے زیادہ بارش ہوں گی لیکن حکومت سندھ یا حکومت پاکستان نے کسی قسم کا notice لے کر کوئی پیش بندی نہیں کی، اس کا کوئی سد باب نہیں کیا اور پرواہ نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے، حکومت کی سستی یا نالائقی سمجھ لیں یا لاپرواہی سمجھ لیں کہ آج پھر ایک مرتبہ سارے پاکستان کی اتنے اربوں کی فصلیں تباہ ہو گئی ہیں اور لاکھوں لوگ بے سروسامانی میں پڑے ہوئے ہیں اور غربت اور بے چارگی کی حالت میں ہے۔ جس طرح عورتیں اور بچے بلک رہے ہیں، ناگفتہ بہ حالت ہے، قابل دید نہیں ہے، بندے کو شرم آتی ہے کہ پاکستان اتنا اچھا ملک ہے، زرعی ملک ہے، بنیادی طور پر اتنا مضبوط ہے کہ یہ کسی قسم کا recession قبول نہیں کرتے، یہ قوم بڑی اچھی ہے، محنتی ہے، ہر چیز برداشت کر لیتی ہے۔ اس کے باوجود اتنی لاپرواہی سے اتنی فصلیں خراب ہوئی ہیں، cotton، گنا، سبزیاں اور تقریباً دوسری ساری فصلیں تقریباً سارے ملک کی ختم ہو گئی ہیں، خورد و نوش کی اشیاء مہنگی ہو گئی ہیں۔

اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو چاہیے تھا کہ پچھلے سال کے experience کو سامنے رکھتے ہوئے، کم از کم جو سیم نالیاں ہیں، ندی نالے ہیں جو silt up ہو گئے ہیں جن کی مرمت ہونی تھی جو بند ٹوٹ گئے تھے جن کی inquiry ہوئی ہے تو پتا چلا ہے کہ بہت سارے بڑے آدمیوں اور حکومت کے ساتھیوں نے اپنے اپنے علاقے بچا لیے لیکن غریبوں کو ڈبو دیا۔ یہ بہت بڑی ناانصافی ہے اور جمہوریت کے لیے ایک challenge ہے کہ جمہوریت، جمہوریت کہتے ہیں کہ حکومت عوام کی ہوتی ہے لیکن عوام کو اس جمہوریت میں اتنا ہی زیادہ سختیاں، مشکلات اور تکلیفیں جھیلنا پڑ رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوگ حکومت سے بلکہ جمہوریت سے متنفر ہوتے جا رہے ہیں جو کہ ایک لمحہ فکریہ بھی ہے، ایک المیہ بھی ہے۔ ہمارے محترم حاجی صاحب point out کر رہے تھے، ان ساری تکلیفوں کا سد باب بھی کچھ ہونا چاہیے نہ تو یہ اس کے بند مرمت کرتے ہیں نہ اس کی silt up کو de-silt کرتے ہیں نہ public کو کوئی سہولتیں یا permanently کوئی ایسے انتظام کریں کہ اگر اس قسم کا کوئی disaster ہو تو ان کو کوئی relief ملے، ان کو کچھ سہولت ملے، ان کو کچھ shelter ملے، ان کو کچھ food ملے۔ کئی مرتبہ سننے میں آیا ہے کہ قبروں کے لیے بھی کوئی جگہ نہیں مل رہی سب پانی ہی پانی ہے، بے چارے ان لوگوں کی کیا صورت حال ہو گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ملکوں میں طوفان آتے ہیں، بارشیں ہوتی ہیں، دریاؤں میں طغیانی آتی ہے لیکن لوگوں نے اس کا سد باب کیا ہوا ہے۔ سد باب میں ایک بہت زیادہ effective اور موثر طریقہ جو ہے، وہ ڈیموں کی تعمیر ہے تو ہمارے ہاں ڈیموں کی تعمیر بھی متنازعہ بن جاتی ہے حالانکہ

میں سمجھتا ہوں کہ یہ politicize نہیں ہونا چاہیے، اگر ضرورت ہے اور technical لوگ سمجھتے ہیں کہ نقصان نہیں ہو گا، فائدہ ہی فائدہ ہو گا تو کسی صوبے کو، عوام کو ، کسی طبقے کو، کسی پارٹی کو اس پر معترض نہیں ہونا چاہیے۔ حاجی عدیل صاحب منڈا ڈیم کے بارے میں بات کر رہے تھے، میں اس کی پر زور تائید کرتا ہوں۔ اگر یہ ڈیم بن جائے تو کم از کم اتنا پانی ذخیرہ ہو سکتا ہے کہ جو دریا کابل کی طغیانی نیچے آتی ہے وہ رک جائے گی اور اس علاقے کو بھی فائدہ ہو گا اور سارا سال irrigation بھی ہوتی رہے گی۔اسی اصول کے پیش نظر اگر برا نہ مانیں تو کالاباغ ڈیم بھی قومی ضرورت ہے۔ سارے technocrats, بیشک صوبہ پختونخوا اور صوبہ سندھ کے engineers کو اکٹھا کر لیں اور اگر وہ اجازت دیں تو اسے بننے دینا چاہیے۔ اس وقت جنوبی پنجاب اور سندھ ڈوب رہا ہے اور وہاں نقصان ہو رہا ہے تو اس ڈیم کے بننے سے وہ محفوظ ہو جائے گا۔

جناب والا! آج کل سندھ میں waterlogging بہت ہے، اس میں پانی جذب کرنے کی capacity ختم ہو تی جا رہی ہے، وہ already over irrigated ہے اور کہتے ہیں کہ اس سے سمندر کا پانی واپس آتا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر ڈیم ہو تو سردیوں میں بھی دریاؤں میں پانی ہو گا اور اس قسم کی seepage کا سد باب ہو سکتا ہے۔ وہاں پر زمینیں خراب ہو رہی ہیں اور میں نے خود دیکھا ہے کہ 60's میں پنجاب کی ساری زمینیں سیم تھور زدہ اور waterlogged ہو گئی تھیں، اور اس وقت جنرل ایوب خان صاحب صدر تھے، انہوں نے سیم نالیوں اور SCARP کا منصوبہ بنایا تھا جس سے پانی کو draw out کیا جاتا تھا، اس وقت مونجی یعنی چاول کی فصل کو introduce کرایا گیا اور جو میٹھا پانی نکلا وہ اس فصل کے لیے استعمال ہوا، اس پر دو تین سال کام ہوا اور اس سے کافی فرق پڑ گیا۔ آج کل بھی جو آباد زمینیں ہیں ان میں water table underground lower ہونا چاہیے، ان میں خشک فصلیں خاص طور پر کپاس اور اچھے اچھے درخت تبھی ہوتے ہیں جب water level نیچے جائے۔ اس کے لیے بھی ڈیموں کا بننا بہت ضروری ہے۔ شومئ قسمت سے کہ ہم تمام شعبہ ہائے زندگی میں بحرانوں سے دوچار ہیں لیکن ابھی تک حکومت نے آنے والے سالوں میں بجلی ،سوئی گیس، food یا دوسرے بحرانوں کے حل کے لیے کوئی طریقہ نہیں اپنایا۔ یہی ایجنڈا ہمارے مخالفین انڈیا، اسرائیل اور امریکہ کا بھی ہے کہ ہمیں سسکا سسکا کر مارا جائے۔ آپ دیکھیں ڈالر 90 روپے کا ہو گیا ہے، ہمارا کتنا قرضہ بڑھ گیا ہے اور کتنی مہنگائی ہو گی ہے اور import کرتے ہوئے ہمیں کتنی مشکل کا سامنا ہو گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ فی الحال سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ سندھ کے affected لوگوں کے لیے صوابدیدی فنڈ قائم ہونا چاہیے، جیسے کہا گیا کہ 29 ارب روپیہ Prime Minister صاحب کی disposal پر ہے، اگر اس میں سے 5,6 ارب روپیہ ان متاثرہ لوگوں کے مکانات بنانے کے لیے دیا جائے، سردیوں کی آمد ہے تو رضائیوں اور بستروں کے لیے دیا جائے کیونکہ یہ وقت کی ضرورت ہے۔

آج کل ڈینگی مچھر ایک نیا challenge بنا ہوا ہے، بیچارے معصوم لوگ اس کی وجہ سے اپنی جانیں ہار رہے ہیں۔ اس کے لیے ابھی تک کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا ہے، حالانکہ سری لنکا اور دوسرے ممالک مدد کر رہے ہیں اور گورنمنٹ بھی کوشش کر رہی ہے۔ Test laboratories نے فیسیں بڑھا دیں ہیں، سپرے کی ادویات کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں، رشوت کارفرما ہے اور لوگ اپنی چاندی بنارہے ہیں۔ This is very shameful for our national character.

جناب والا! کراچی میں lawlessness کا مسئلہ ہے، اگر کراچی میں سکون و امن نہیں ہوگا تو سمجھیں کہ سارا پاکستان تشویشناک حالت میں ہے۔ کوئی investment نہیں ہو رہی بلکہ ہمارا لوکل سرمایہ بھی fly ہو کر باہر جارہا ہے۔

جناب چیئرمین: چٹھہ صاحب! please conclude کر لیجیے۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: بنگلہ دیش جیسا ملک جو ہم سے بہت پیچھے تھا، ماشاء اللہ اس کی کرنسی بھی ہم سے strong ہو گئی ہے، ہم سارے ممالک سے پیچھے ہیں، corruption میں ہم بہت ترقی کررہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لمحہ فکریہ ہے۔ صدر زرداری صاحب اور خاص طور پر وزیراعظم صاحب کالے بکروں کی قربانی دیں تاکہ ہمیں اس نحوست سے نجات ملے۔ اللہ نے ہمیں اتنا اچھا ملک دیا ہے، ہمیں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ہم اسے اپنی mismanagement, corruption اور دوسری لاپرواہیوں سے ضائع کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی زیدی صاحب۔

سینیٹر سید ساجد حسین زیدی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع مرحمت فرمایا۔ سب سے پہلے تو میں جناب غلام علی صاحب اور شیخ صاحب جو Federation of Chambers of Commerce کے چیئرمین ہیں، ان کا اس floor سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جنہوں نے ہمارے وفد کو وہ پذیرائی بخشی جس کی کہ ہمیں

توقع نہیں تھی۔ ہم جتنا پیسہ لے کر گئے تھے اتنا ہی پیسہ اور مال انہوں نے مزید دیا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ جب پاکستان بنا تھا تو ہمارے پاس تنخواہیں دینے کے لیے پیسہ نہیں تھا، یہی صنعتکار اور تاجر برادری تھی جنہوں نے آگے بڑھ کر سب کچھ قائد اعظم کے سپرد کیا، banks قائم کیے، تنخواہیں دیں اور پاکستان کو قدموں پر کھڑا کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں اور ان کے اس جذبے کو سراہتے ہیں۔ میں حکومت پاکستان سے یہ درخواست کروں گا کہ خدا کے لیے ان صنعتکاروں اور تاجروں کی طرف توجہ دیں اور ان کے جذبات سے خود بھی کچھ سیکھیں اور قوم کو بھی آگاہی دیں۔

ہم ان صنعتکاروں اور تاجروں کو بہت برا بھلا تو کہتے ہیں کہ ٹیکس نہیں دیتے لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان کے basement میں کافی کام ہو رہا ہے اور کافی مال دیا جا رہا ہے اور وہ یہ سب کچھ اپنے نام سے نہیں دے رہے، جو NGOs جا رہی ہیں انہیں دیتے ہیں، جیسے ہمیں دیا گیا۔ ان کے پاس بے تحاشا مال و اسباب ہے اور وہ اس وقت بری گھڑی میں ہمارے کام آ رہا ہے۔

جناب والا! سونامی جیسا طوفان امریکہ اور جاپان میں دو تین مرتبہ آچکا ہے، گھر کے گھر، شہر کے شہر تباہ ہو گئے، لگتا تھا کہ اب یہ پھر ابھر کر سامنے نہیں آئیں گے، مگر ہم نے دیکھا کہ انہوں نے دست سوال نہیں پھیلایا، نہ اقوام متحدہ سے اپیل کی اور نہ کسی اور سے کچھ کہا، انہوں نے خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر جتنی جلدی ہو سکا سب کو rehabilitate کیا اور آج وہاں کسی قسم کا کوئی شور شرابا نہیں ہے۔ آخر کیا وجہ ہے، پاکستان میں کس چیز کی کمی ہے، ابھی میں اخبار میں پڑھ رہا تھا کہ 97 ارب ڈالر سوئس بنکوں میں پڑا ہوا ہے، اگر وہ آجائے تو تقریباً 20 سال تک یہ ملک tax free budget بنا سکتا ہے، یہ اخبار کی رپورٹ ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ جذبہ جو پاکستان بناتے وقت تھا، ہم نے جس طریقے سے اس پاکستان کو اپنے قدموں پر کھڑا کیا، اگر وہ جذبہ پھر عود کر آئے تو مجھے یقین ہے کہ ہم پھر اس پاکستان کی تعمیر کر سکتے ہیں، قائد اعظم کے پاکستان کو پھر سنوار سکتے ہیں۔ کاش کہ ہم اپنا احتساب اپنی ذات سے شروع کریں۔ ہم تنقید بہت کرتے ہیں، ہم حکومت پر بھی تنقید کرتے ہیں، پارٹیوں پر بھی تنقید کرتے ہیں، ایک دوسرے کو دہشتگرد بھی کہتے ہیں، کبھی خود بھی سوچا کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ بقول حضرت علی علیہ السلام "جب ایک انگلی کسی کی طرف اٹھائی جاتی ہے تو تین انگلیاں اس کی اپنی طرف ہوتی ہیں"۔ اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اپنا احتساب کیجئے، معاشرہ خود بخود سدھرتا چلا جائے گا۔ یہاں اپنے احتساب کا کوئی رواج نہیں ہے، معاشرے کو سدھارنے چلے ہیں، اپنا احتساب نہیں کرتے۔ میں اس وقت یہ چاہوں گا کہ سندھ میں جو تباہ کاری آئی ہے وہ انسانیت کے ناطے سے دیکھی

جائے، سیاست کے ناطے سے نہ دیکھی جائے۔ بلوچستان میں جو تباہی ہے اسے سیاست کے ناطے سے نہ دیکھا جائے، انسانیت کے ناطے سے دیکھا جائے۔ جس جس صوبے میں جو تباہی آئی ہے ہم مل بیٹھ کر سوچیں اور اس کے لیے ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے ہم پاکستان کی بگڑتی ہوئی معیشت کو سدھاریں، بگڑتے ہوئے معاشرے کو سدھاریں تا کہ ہم ایسا ملک بنا سکیں جس کا خواب ہم نے دیکھا تھا، ہمارے ان بچوں نے بھی دیکھا تھا جو سولیوں پر چڑھ گئے، جو تختہ دار پر لٹکا دیئے گئے، جو نیزوں کی نوک سے ماؤں کے پیٹ سے نکال لیے گئے، جن ماؤں کی عصمت لوٹی گئی انہوں نے اس پاکستان کی تمنا نہیں کی تھی۔ انہوں نے پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کرنے کی تمنا کی تھی، انہوں نے ہر قسم کی فرقہ واریت سے نفرت کا اظہار کیا تھا، صرف مسلمان ہو کر زندہ رہنے کی تلقین کی تھی۔ خدا کے لیے! اس طرف توجہ کیجئے اور اسی طرف بڑھیے۔ میں آخر میں یہی عرض کروں گا کہ آپ نے کل جو ساڑھے گیارہ بجے میٹنگ بلائی ہے اس میں ایسی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں کہ ہم جا کر District wise سندھ کو سدھاریں، اصلاح کریں اور لوگوں کی مدد کریں۔ ہم ان کے پاس جائیں گے، ان کے حوصلے بلند ہوں گے۔ وہ دیکھیں گے کہ ہمارے نمائندے ہمارے درمیان میں ہیں، ہمارے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، ہمارے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔ ممکن ہے آپ کے جانے سے وہیں ایسا ماحول پیدا ہو جائے کہ لوگ اپنی مدد آپ کرنے لگیں۔ ہم کو دس، پندرہ دن کا وقت دینا چاہیے، ہمیں اپنا آرام چھوڑ دینا چاہیے، ہم کو قوم کے لیے قربانی دینی چاہیے۔ ہم نمائندے عیش و آرام کے لیے نہیں بنے، ہم کو چاہیے کہ خدا کے لیے، اس ملک کے لیے جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ ہم کریں۔ وماعلینا الاالبلاغ المبین۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی پروفیسر ابراہیم صاحب۔ میڈم! میں آپ کا ہاتھ دیکھ چکا ہوں۔ آپ فکر نہ کیجیئے۔ آپ کو گھر جانے کی جلدی تو نہیں ہے، بس پھر بیٹھیے۔ جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی) شکریہ جناب چیئرمین! میں نے سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۳۰ تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو بھی مصیبت تمہارے اوپر نازل ہوتی ہے، تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری بہت ساری خطاؤں اور گناہوں سے در گزر فرماتا ہے اور معاف فرماتا ہے۔ سب کی اگر پکڑ شروع ہو جائے تو شاید روئے زمین پر بسنا ہی ممکن نہ ہو۔ یہی بات تھی جو صدر مملکت نے

محسوس کی اور انہوں نے اجتماعی توبہ کی ایک تلقین کی اور ایک اپیل کی اور پوری قوم نے یہ کام کیا بھی لیکن جناب چیئرمین! میری گزارش ہوگی کہ توبۃ النصوح کی جو تعریف کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی غلطیوں کا اعتراف، اپنے دل میں کرتے ہوئے اور اس کے بعد اس بات کا عزم کہ اس میں ہم دوبارہ نہیں پڑیں گے۔

جناب چیئرمین! اس وقت ہمارے ملک کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے زندگی کا نظام اللہ کی فرمانبرداری میں بہت کم بسر ہو رہا ہے اور اللہ کی نافرمانی میں یہ نظام بہت زیادہ بسر ہو رہا ہے۔مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حاکمان وقت اس راستے میں خود بھی اور قوم کو بھی اس بات پر مجبور کر رہے ہیں کہ اللہ کی نافرمانی میں وہ زندگی بسر کریں۔اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اس بات کا ادراک کریں کہ اللہ نافرمانی جس سطح پر، جہاں بھی ہو رہی ہو اس کو ترک کردیں اور آئندہ کے لیے عزم کریں کہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں اپنی زندگی بسر کریں گے۔

جناب چیئرمین! پارلیمنٹ کے اندر زندگی کا نظام تشکیل پاتا ہے اور میرے اس پارلیمنٹ میں نوسال پورے ہو رہے ہیں ۔ہم یہ درخواستیں کر کے تھک گئے ہیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے قوانین کی جو سفارشات بنائی ہیں ان کو پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جائے اور اس کے مطابق قانون سازی کی جائے لیکن حاکمان وقت کیا آج کے اور کیا کل کے وہ اس راستے میں رکاوٹ ہیں اور یہ نہیں ہو رہا اور اس کے بعد یہ مصیبتوں کا ایک سلسلہ ہے، کبھی سیلاب ہے، کبھی زلزلے ہیں، ملک کے اندر خانہ جنگی ہے، ملک کے اندر دہشت گردی ہے، ملک کے اندر خود کش بن رہے ہیں اور وہ حملے کر رہے ہیں۔ سیکیورٹی فورسز پر بھی اور پھر عوام بھی اس میں لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ڈرون حملے ہیں، قبائلی عوام اور ان کے اہداف وہ خود کہتے ہیں کہ اہداف اگر بیس، تیس ہیں تو ہزاروں کی تعداد میں ہمارے بچے اور ہماری خواتین وہ لقمہ اجل بن رہی ہیں۔

جناب چیئرمین! سندھ کے اندر جو سیلاب آیا ہے۔ ہمارے بھائی، ہماری بہنیں، ہمارے بچے اس سے دوچار ہیں اور یہ اللہ کا عذاب جب آتا ہے تو صرف ان لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے نہیں جو اس میں مبتلا ہیں پوری قوم کے گناہ ہیں ان کی وجہ سے یہ عذاب ہے۔اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اس بات کا عزم کریں اور جناب چیئرمین! اس سیلاب کے اندر بھی یہ خدشات میرے کئی دوستوں نے ظاہر کیے ہیں کہ جو کچھ جمع ہو رہا ہے وہ مستحقین تک کم پہنچ رہا ہے، نہیں پہنچ رہا اور یہی کچھ گزشتہ سیلاب کے اندر بھی ہوا۔ پچھلے سال جولائی اور اگست کے مہینے میں سیلاب آیا اور ایک سال مکمل ہو

چکا ہے حکومت کی طرف سے بحالی سکیم کا اعلان ہوا۔ اس بحالی سکیم میں ہم نے دیکھا کہ وطن کارڈ پر بیس ہزار روپے گھر کی تعمیر کے لیے رکھے گئے۔

جناب چیئرمین! مجھے بتایا جائے کہ بیس ہزار روپے میں کونسا مکان کہاں تعمیر ہوسکتا ہے۔ ایک کمرے کی تعمیر بھی ممکن نہیں اور پھر وہ بیس ہزار کی ایک قسط کہیں چار ، پانچ ماہ بعد پہنچی اور دوسری قسط جب وزیراعظم محترم نے چارسدہ کا دورہ کیا اور وہاں پر اعلان کیا کہ بہت جلد دوسری قسط بھی آپ کو پہنچنے والی ہے۔ دوسری قسط بھی بیس ہزار روپے کی ہوگی ۔سال بعد بیس ہزار روپے ان کو ملیں گے تو یہ کیا بحالی ہے اور کیا امداد ہے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے حکومت وقت سے اپیل کرنا چاہوں گا کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے فی الفور آپ پہنچا دیجئیے، آپ کے پاس وسائل ہیں اگر کہیں خیانت ہو رہی ہے تو خائنوں کی سرکوبی کیجیئے اور ان کو ایسی قرار واقعی سزا دیجئیے کہ دوسرے بھی اس سے عبرت پکڑیں اور سبق حاصل کریں۔ جناب چیئرمین! جب تک یہ کام نہیں ہوگا ہم ان مصائب کا شکار ہوں گے، ان مصائب سے نکلنے کے لیے امانت اور دیانت چاہیے اور وقت کے حکمرانوں کو سب سے پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ امین ہیں ،وہ دیانتدار ہیں ان کے پاس قوم کی امانتیں ہیں اور وہ امین کی طرح اس کو رکھ رہے ہیں اور وہ ان کو پہنچائیں۔ مجھے یقین ہے کہ عذاب ٹل سکتے ہیں لیکن اگر یہ سلسلہ نہ ہو تو مصیبتوں کا یہ سلسلہ اس طرح نہیں ٹل سکتا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ ثریا صاحبہ!

سینیٹر ثریا امیر الدین: شکریہ جناب چیئرمین! کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ ہمیشہ مجھے آخر میں وقت دیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں آخر میں نہیں دیا بیچ میں دیا ہے۔اصل میں جو لوگ آگے بیٹھے ہیں front benches میں وہ پہلے ہاتھ کھڑا کرتے ہیں۔ کیا آپ پہلے سیلاب پر بول چکی ہیں۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: وہ سب سینئر ہیں ، ہم لوگ بہت جونیئر ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں۔میں پہلے سیلاب پر نہیں بولی اب بول رہی ہوں۔ یہ جو سیلاب آیا ہے ، بارش آئی ہے، پچھلے سال سیلاب آیا تھا، اس سے پہلے زلزلہ آیا تھا، کبھی ڈرون حملے ہوتے ہیں اور کبھی کچھ نہیں ہوتا تو ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ کبھی مسجدوں پر حملے ہو رہے ہیں، کبھی سکولوں پر حملے ہو رہے ہیں،

کبھی خواتین پر تیزاب پھینکا جارہا ہے، کبھی سکول وین پر حملہ کیا جاتا ہے اور بچوں کو ٹارگٹ کیا جاتا ہے اور وہ شہید ہورہے ہیں، جن کا کوئی قصور نہیں ہے یہ سب کچھ ہم روز اخباروں اور ٹی وی میں دیکھتے ہیں۔ میرا دل تو خون کے آنسو روتا ہے کہ پاکستان کو کس کی نظر لگ گئی ہے جو ہمارا ملک تباہی کے راستے پر جارہا ہے۔ جو کچھ ہمارے سینیٹرز نے دیا، بہت اچھا کیا کہ دیا، میں کہتی ہوں کہ یہ ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ اس معاملے میں اٹھ کھڑا ہو۔ اگر سولہ کروڑ عوام پاکستان میں رہتے ہیں، اگر ہم لوگ دس دس روپے بھی دیں تو کتنے پیسے جمع ہوجائیں گے جو سیلاب زدگان کے کام آئیں گے۔ میں زیادہ نہیں بولوں گی کیونکہ repetition ہوجائے گی میں صرف دو points پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ خواتین کے حقوق کے لیے میں نے ساری زندگی کام کیا ہے اور ایجوکیشن پر میں نے کام کیا ہے۔ پچھلے سیلاب میں WHO والوں نے ہمیں خواتین کے استعمال کے لیے kits دی تھیں جس میں وہ تمام سامان تھا جو اس عورت کو جو بچہ deliver کرنے جاتی ہے اور اس نوزائیدہ بچے کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اس kit میں موجود ہوتا ہے۔ ہمیں وہی سامان لے کر خواتین تک پہنچانا چاہیے کیونکہ اس وقت خواتین کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ایسے camp قائم کیے جائیں جہاں خواتین کی delivery کا انتظام ہوسکے۔ یا تو دائی ہو یا paramedical staff ہو یا پھر doctor کا انتظام کیا جائے جو خواتین کے حقوق کے لیے کام کریں، خواتین کو دیکھیں۔ ایک یا ڈیڑھ لاکھ خواتین کہنا، وہ تو صرف counting میں آئی ہوں گی، ہزاروں لاکھوں خواتین ایسی ہوں گی جو اس وقت اس stage پر ہیں کہ انہوں نے بچوں کو deliver کرنا ہے۔ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ کام ہونا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ انتظام یہ ہونا چاہیے کہ ہم خواتین کے حقوق اور ان کی بہتری کے لیے کام کریں۔ وہاں دوائیاں پہنچائیں، ان کے لیے صاف ستھرے کپڑے مہیا کریں تاکہ ان کو کوئی ایسی بیماری نہ لگے جس سے بچہ بھی بیمار ہو اور وہ خواتین بھی بیمار ہوں اور مرجائیں کہ ایک تو گندا پانی پی رہی ہیں، دوسرا خوراک نہیں ہے، دوائی نہیں ہے، ان کے پاس کپڑے نہیں ہیں۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہوں گی کہ جب بارشیں ہوتی ہیں اور سیلاب آجاتا ہے تو ہمارا تعلیم کا شعبہ، خاص طور پر میں بلوچستان کی بات کروں گی کہ بلوچستان میں تو تعلیم بالکل تباہ ہوکر رہ گئی ہے۔ جب سیلاب آئیں گے تو بچوں کے سکول بند ہوجائیں گے، وہ سکول نہیں جائیں گے، کتابیں پانی میں بہہ جائیں گی اور تباہی و بربادی ہوگی۔ جو کچھ بلوچستان میں خواتین کے ساتھ ہوا ہے افسوسناک ہے، یہ دوسرا واقعہ ہے کہ تیزاب پھینکا گیا ہے۔ میں اس کی شدید مذمت کرتی ہوں۔ ہمارے بلوچستان میں خواتین کی

پہلے بہت عزت کی جاتی تھی۔ اگر جنگیں ہورہی ہوتیں اور خواتین چلی جاتیں تو جنگیں رک جاتی تھیں۔ اب یہ حال ہے کہ چلتی ہوئی ویگن پر تیزاب پھینکا جاتا ہے، ان کی شکلیں بگاڑدی جاتی ہیں۔ کبھی بلوچستان کی lecturers کو گولیوں سے چھلنی کردیا جاتا ہے۔ کتنے ہی teachers اور پروفیسرز ہیں جو بلوچستان سے یہاں آگئے ہیں۔ کب تک ایسا ہوتا رہے گا؟ میں اس کی شدید مذمت کرتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ بلوچستان کے حالات کو ٹھیک کیا جائے۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ کلثوم صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ جناب چیئرمین۔ آپ نے House کی تمام کارروائی روک کر flood especially پر بحث شروع کروائی ہے، میرے بہت سے احباب colleagues بہت اچھا بول چکے ہیں اور بڑی اچھی suggestions بھی دے چکے ہیں۔ میں دو چیزوں کو focus کروں گی۔ ایک تو جو آپ کی کل میٹنگ ہونے جارہی ہے اور دوسرا یہ جو پیسا جمع ہوا ہے، اسے utilize صحیح طریقے سے کیا جائے۔

آج ہم یہ بات کررہے ہیں کہ ہمارے علاقے، سندھ اور بلوچستان کے لوگ تباہی کے دھانے پر ہیں، flood نے فصلیں، بچے، گھر سب کچھ تباہ کردیا ہے۔ پچھلے سال بھی یہی کچھ ہوا تھا۔ آپ نے ٹی وی کی ایک رپورٹ ضرور دیکھی ہوگی کہ عید پر ایک بہت بڑا پیکج جو کہ شہباز شریف صاحب نے دیا تھا، وہ پیکج سڑ گیا مگر افسوس کی بات ہے کہ ان لوگوں تک وہ نہ پہنچ سکا اور لوگ وہ عید نہ منا سکے۔ شاید آج اسی لیے NGOs بھی پیچھے ہیں، وہ social sector جو ہمیشہ کام کرتا رہا ہے، وہ بھی پیچھے ہے کیونکہ لوگ شاید آج ہم سے ناامید ہوچکے ہیں کہ کوئی ایسا ہوگا جو ان چیزوں کو ان لوگوں تک پہنچائے گا جو affectees ہیں۔ پچھلی مرتبہ بھی ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے اپنے گھروں سے نئے کمبل، نئی رضائیاں اٹھا کر ان سیلاب زدگان کو دی تھیں۔ لوگوں نے پرانی رضائیاں اور پرانے کمبل اپنے گھروں سے لے جا کر لوگوں کو دیے اور اپنے گھروں کے اترن کپڑے لوگوں تک پہنچائے۔ ادویات کے ڈھیر لگ گئے مگر افسوس کہ وہ ان لوگوں تک نہ پہنچ سکے۔ وہ وہیں expire ہوگئے، اور لوگوں تک وہ امداد نہ پہنچ سکی۔

جناب چیئرمین! کل آپ جو میٹنگ کرنے جارہے ہیں، اس میں دو چیزوں کا خیال رکھیے۔ اگر اتنی مفصل بحث ہم نے کی ہے، پورا House اس پر بولا ہے، ہمارے ہاں اچھے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے، اُس طرف بھی اور اِس طرف بیٹھے ہوئے لوگوں کی بھی جو کہ مالی معاملات کو بہت اچھے طریقے

سے جانتے اور سمجھتے ہیں، جن کی reputation بھی بہت اچھی ہے۔ خاص کر کہ جو لوگ سندھ سے ہیں، ان کو یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ جو امداد آرہی ہے، آیا وہ ان لوگوں تک پہنچی ہے جن تک پہنچنی چاہیے تھی۔ ہمیں کوئی ایک خاص علاقہ نہیں لینا چاہیے۔ میں معذرت کے ساتھ ایک بات کرتی ہوں، بدین میں ہی سیلاب نہیں آیا بلکہ پورے سندھ میں آیا ہے۔ پورے سندھ میں تباہی پھیلی ہے۔ اچھی بات ہے اگر کوئی شخص اپنے علاقے میں جا کر اس کو اہمیت دے رہا ہے، مگر ہمارے لیے تو تمام لوگ equal ہیں، کوئی تھرپارکر کا ہو، نوابشاہ کا ہو یا سندھ کے کسی بھی علاقے کا ہو، ہمارے لیے تمام مسلمان بھائی ہیں، ہمارے پاکستانی ہیں، ہمیں ان کی equal امداد کرنی چاہیے۔ جس قدر تباہی ہوئی، جو علاقہ جتنا تباہ ہوا ہے، اسے اتنی زیادہ امداد دی جائے۔ ایک سروے کروایا جائے، سروے کے بعد اس امداد کو تقسیم کیا جائے۔

دوسری بات جو میں کہنا چاہوں گی، NDMA کے ساتھ کل آپ جو میٹنگ کریں گے، انہیں بھی بلائیں تاکہ وہ اپنی رپورٹ پیش کریں جو 5 billion rupees ان کے پاس پڑے ہیں، وہ کہاں خرچ کر رہے ہیں۔ ہمیں پتا تو چلے کہ جو disaster آتے ہیں، ان کے پاس پہلے سے جو پیسا موجود ہے، وہ کیوں نہیں اسے تقسیم کرتے۔ انہیں چاہیے تھا کہ فوری طور پر action کرتے، آج flood آئے ہفتہ ڈیڑھ گزر چکا ہے، ان کی تقسیم کار ہمیں نظر نہیں آرہی۔ اگر انہوں نے صوبے میں بھی دیا ہے تو جناب! صوبے میں بھی سرپرستی ہونی چاہیے تاکہ پتا چلے کہ کسی ایک کی monopoly نہیں ہے۔ میں یہ چیز بار بار دہرا رہی ہوں کہ کسی ایک کی monopoly نہیں ہونی چاہیے۔ یہ پیسا پوری قوم کا پیسا ہے اور تمام سیلاب زدگان پر خرچ ہونا چاہیے۔

جناب! میں ایک اور چھوٹی سی بات کرنا چاہوں گی، مجھے پتا ہے کہ اور لوگوں نے بھی اپنی speeches کرنی ہیں، خواتین کے حوالے سے جو ڈاکٹر سعیدہ صاحبہ نے بھی point out کیا ہے۔ ہم لوگ interested ہیں ان خواتین کے لیے۔ ہماری جو مدد درکار ہے، ہم جانی، مالی، معاشی، ہر قسم کی مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم تمام NGOs کو بھی کہیں گے، تمام social sector کو بھی کہیں گے، تمام TV anchors کو بھی کہیں گے، عام صحافیوں سے بھی کہیں گے کہ اس سلسلے میں جتنی بھی مدد ہوسکتی ہے، ہم ان لوگوں کی مدد کریں۔

جناب! تیسری بات میں یہ کہنا چاہوں گی کہ تمام parties کو متاثرہ علاقوں کا دورہ کرنا چاہیے۔ بہت اچھی بات ہے کہ میاں نواز شریف سندھ پہنچے، بڑی اچھی بات ہے خود زرداری صاحب

نے visit کیا، تمام جماعتوں کو across the board سندھ کا visit کرنا چاہیے، ہمیں دیکھنا چاہیے اور تمام لوگوں کو اس وقت مل کر، یک جان ہو کر تمام اختلافات بھلا کر ہمیں جا کر ان لوگوں کی مدد کرنا چاہیے۔ میں سمجھتی ہوں کہ تب جا کر ہماری یہ debate ہماری یہ speech ہماری کارکردگی کام آئے گی۔ وزیرِاعظم وہاں گئے، بے شک انہیں جانا چاہیے، وہ ریاستِ پاکستان کے پرائم منسٹر ہیں، ان کا حق اور فرض بنتا ہے، وہ جائیں اور جا کر ان علاقوں کا visit کریں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے پرائم منسٹر اسی لیے بنایا ہے۔ ریاست کی ذمہ داری سب سے زیادہ ان کے کندھوں پر آتی ہے اور ہمارے کندھوں پر بھی ہے۔

میں یہ چاہتی ہوں کہ ہم سب مل کر، آپ کے ساتھ، آپ کی سرپرستی میں ایک ٹیم تشکیل دیں جو کہ اگر اسی صوبے سے ہو تو زیادہ بہتر ہے، ہم اس کام کو سرانجام دیں تاکہ جو کام ہم کرنے جا رہے ہیں، جو کارِ خیر کرنے جا رہے ہیں، کم از کم اس میں تو کہیں بے ایمانی نظر نہ آئے۔ ہم لوگ یہاں بڑی بڑی باتیں کر لیتے ہیں، جب ground پر کوئی کام کرنا ہوتا ہے، ابھی یہاں اگر کہا جائے کہ تھرپارکر جائیں تو ایک بندہ بھی نہیں جائے گا۔ صرف بات کرنے کی بات ہوتی ہے۔ ہمیں یہ کام اس وقت مل کر اور یکجہتی سے کرنا چاہیے۔ ہمیں قوم کو، دنیا کو دکھانا ہوگا کہ دیکھیں جی ہم ایک قوم ہیں، جہاں ہمیں کہا جائے ہم لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ 2005 کے زلزلے میں لوگوں کا کیا جذبہ تھا اور آج لوگوں کا کیا جذبہ ہے۔ جذبے اسی لیے ماند پڑے ہیں کہ لوگوں کو پتا ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں امداد دینے جا رہے ہیں، شاید وہ اس طریقے سے تقسیم نہ کریں۔ ہمیں اپنا طریقہ تقسیم کار کو بہتر اور شفاف انداز سے استوار کرنا ہوگا۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی صابر بلوچ صاحب۔

Senator Sabir Ali Baloch: Thank you very much Mr. Chairman for providing this opportunity to be a part of the discussion.

جناب والا! سندھ میں جو قدرتی آفت آئی ہے، اس سے پاکستان بلکہ تمام دنیا کے دردمند انسان تکلیف میں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑی قدرتی آفت ہے۔ جناب والا! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لیتا، دو چار باتیں کروں گا۔ بہت باتیں ہوئی ہیں لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے، سندھ میں جو آفت آئی ہے، اس کو جس ہنگامی

صورت میں لیا ہے، وزیرِ اعظم صاحب نے اپنا دورہ امریکہ منسوخ کر کے، سندھ میں rehabilitation اور لوگوں کی ہمدردی کے لیے کام کیا ہے۔ صدر پاکستان بھی وہاں بیٹھ کر، personal اور ذاتی طور پر اس معاملے کی نگرانی کررہے ہیں۔ جب کبھی اس قسم کی آفت آتی ہے، اس قسم کی emergency ملک میں آتی ہے تو حکومت اور اپوزیشن اور تمام لوگ مل کر اس تکلیف اور آفت کا مقابلہ کرتے ہیں لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آج بھی بیٹھ کر point scoring کی جارہی ہے، ہمدردی کا اظہار تو کیا جاتا ہے لیکن ہمدردی کے اظہار کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حکومت یہ نہیں کررہی، حکومت وہ نہیں کررہی۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت اپنے وسائل سے بڑھ کر کام کررہی ہے۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ حکومت اپنےوسائل سے بڑھ کر ان آفت زدہ لوگوں کی خدمت کررہی ہے، ان کی rehabilitation میں مصروف ہے۔ یہ پیپلز پارٹی کی حکومت ہے، پیپلز پارٹی کی جڑیں عوام میں ہیں۔ یہ غریب لوگ پیپلز پارٹی کے ووٹر ہیں۔ یہی غریب لوگ پیپلز پارٹی کے ہمدرد ہیں لیکن میں افسوس سے دوبارہ یہ بات کہتا ہوں کہ کچھ پارٹیاں، ان کے سربراہان اور ان جماعتوں کے second rank کے کچھ لوگ، میں نام نہیں لیتا، وہ ہر جگہ ٹی وی اور دوسرے میڈیا پر حکومت کو criticize کرتے ہیں۔ اس وقت حکومت کو criticize کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اگر آپ ہمدرد ہیں تو آپ لوگوں کے پاس جائیں اور ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کریں۔ ان کے ساتھ بیٹھیں، ان کی rehabilitation اور ان کی مدد کریں۔ یہاں میرے میڈیا کے دوست بیٹھے ہوئے ہیں لیکن میں بہت افسوس سے کہتا ہوں کہ جب پچھلے سال پورے پاکستان میں سیلاب آیا تھا تو میڈیا کا جو کردار تھا اور اس نے جس طریقے سے اجاگر کیا تھا، آج چونکہ یہ سیلاب صرف سندھ میں ہے تو میڈیا اپنا وہ کردار ادا نہیں کررہا ہے جو اس نے پچھلی مرتبہ کیا تھا۔ میں توقع کرتا ہوں کہ میڈیا آج پھر اُسی طرح اپنے جذبے کو برقرار رکھتے ہوئے سندھ کے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرے گا۔ اپوزیشن کے لیڈران سے میری گزارش ہے کہ یہ وقت حکومت پر تنقید کرنے کا نہیں ہے، اس وقت emergency کی سی صورت حال ہے اور ہم سب کا فرض ہے کہ ہم ان آفت زدہ لوگوں کی خدمت کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر اسمٰعیل بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ ہمارے ساتھیوں نے جو باتیں کی ہیں وہ ٹھیک ہیں لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس

سے پہلے بھی ملک میں زلزلہ آیا تھا اور اُس کے بعد سیلاب آیا تھا، یہ جو دو واقعات ہوئے تھے، اس میں جو بیرونی امداد آئی تھی، آج تک انہوں نے کسی کو اس امداد کی تفصیلات نہیں دیں کہ کتنی رقم خرچ ہوئی؟ کہاں خرچ ہوئی اور یہ رقم کہاں گئی؟ جب NDMA والے یہاں ہماری میٹنگ میں آئے، ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ Cabinet Division اور وزیراعظم صاحب کے پاس ہے، وہ جب بھی مناسب سمجھتے ہیں انہیں پیش کرتے ہیں۔ غرضیکہ زلزلہ اور گزشتہ سیلاب کے بعد جو امداد باہر سے آئی تھی، وہ اربوں روپے میں تھی، اگر اس کو check نہیں کیا جاتا ہے اور وہ corruption کی نظر ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ چاہے یہ حکومت ہو، چاہے گزشتہ ادوار کی حکومتیں ہوں، یہ امداد حقداروں تک نہ پہنچانا، میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ دنیا کے تمام ممالک ہم پر اعتماد نہیں کرتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے جو امداد دی تھی، اس کو آپ نے misuse کیا، اور اس کی تفصیلات سے ہمیں آگاہ نہیں کیا۔ اگر اب امریکہ امداد دینا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے ہم خود سامان لے کر سیلاب والے علاقے میں تقسیم کریں گے۔ وہ ہمیں پیسے بھی نہیں دے رہا ہے، یہ ہم پر ایک بہت بڑا عدم اعتماد ہے۔ ہم کیوں اس طرح اپنے آپ کو مشکوک کرتے ہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ سینیٹ نے بہت اچھا کام کیا ہے اور ایک کروڑ پچاس لاکھ کے قریب پیسے اکھٹے کیے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا credit آپ کو اور ہمارے تمام ممبرانِ سینیٹ کو بھی جاتا ہے۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ ہم وہاں پر جا کر سیلاب متاثرین کی مدد کریں۔ جناب والا! یہ ہماری بدکاریوں، ہماری بد اعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ ہم اللہ سے توبہ نہیں کرتے ہیں اور جو کچھ ہم یہاں بداعمالیاں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے یہ آفات اور مصیبتیں ہم پر نازل کرتا ہے۔ ڈینگی مچھر نے دنیا کو پریشان کیا ہوا ہے، پنجاب کا وزیراعلیٰ بھی پریشان ہے، گورنر بھی پریشان ہے، جہاں جہاں ڈینگی کے لیے سپرے کیا جاتا ہے، وہاں پر یہ مچھر زیادہ ہوتا جا رہا ہے، یہ عذاب ہے۔ ہمارے ایک ساتھی نے کہا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ امریکہ نے ہمیں ختم کرنے کے لیے اسے ڈبوں میں بند کر کے یہاں چھوڑ دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ہم توبہ کریں، اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں اور جو ہمارے اعمال ہیں ان کو دیکھیں۔ جناب والا! پاکستان اسلام کے نام پر بنایا گیا ہے، جیسے ہمارے ایک ساتھی نے کہا کہ ہم اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو پارلیمنٹ میں لانے کی جرأت نہیں کرتے حالانکہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے۔ جناب والا! ہم اس ملک کو کہاں لے کر جا رہے ہیں؟ ہماری ہمدردیاں یقیناً متاثرینِ سیلاب کے ساتھ ہیں۔ بلوچستان میں بھی تقریباً بارہ اضلاع تباہ ہوئے ہیں۔ وہاں کی زرعی زمینیں بھی تباہ

ہو گئی ہیں۔ جناب چیئرمین! جب یہ briefing ہوئی تو اس میں بتایا گیا کہ تمام relief camps سندھ میں بنائے گئے لیکن بلوچستان میں ایک بھی کیمپ نہیں بنایا گیاہے۔ ہم نے اس پر احتجاج کیا کہ بلوچستان بھی پاکستان کا حصہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے جو موجودہ relief ہے، اس کو بھی دیکھا جائے، لوگ اِدھر سے بھی لے رہے ہیں اُدھر سے بھی لے رہیں۔ Relief کے کمبل اور ٹینٹ بازاروں میں بک رہے ہیں۔ جناب والا! یہاں check and balance کا نظام نہیں ہے۔ یہاں پیسہ حاصل کرنا بہت آسان ہے لیکن اُس پیسے کو حقداروں تک پہنچانا بہت مشکل کام ہے۔ یہ بہت بڑی آزمائش ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کو اس آزمائش سے بچائے۔ اگر آپ کسی کو بتائیں کہ وہ یہ پیسہ کس طرح خرچ کرے گا تو میرے خیال میں پہلے وہ اپنے بیٹے، بیٹی اور بھتیجے سے شروع کرے گا۔ وہ کہے گا کہ بس یہ voucher بھریں، اسے پورا کریں۔ اس لیے کہ جو درد، جو اخلاص ہونا چاہیے وہ نہیں ہے۔ ہمارے بڑے لوگ ماشاءاللہ ان کا نام بھی لیا گیا ہے، اسحاق ڈار صاحب بھی ادھر ہیں، نواز شریف صاحب اور زرداری صاحب اگر زکوٰۃ بھی دے دیں تو میرے خیال میں سیلاب کے متاثرین کے لیے کافی ہے۔ ہم سینیٹ کے توسط سے اُن دونوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ ماشاءاللہ آپ کو اللہ نے مالدار بنایا ہے، اس پیسے میں سے یہاں بھی کچھ خرچ کریں۔ خدارا! موجودہ اور آنے والے سیلاب میں اداروں پر check and balance کا نظام رکھیں اور جو حقدار ہیں، ان کو یہ سامان ملنا چاہیے۔ اگر آپ وہاں جائیں تو یہی شکایت ہو گی کہ حقداروں کو امداد نہیں ملتی ہے جبکہ جن لوگوں کے پکے مکانات ہیں، یہ امداد وہاں جاتی ہے۔اس لیے میں کہتا ہوں کہ ہمیں بھی ایوان کو چلانے کی بجائے، ان کی ہمدردی کے لیے اپنی اپنی خدمات پیش کریں کہ جو کچھ ہم سے ہو سکتا ہے ہم اس کے لیے حاضر ہیں۔ قومی اسمبلی کا اجلاس اسی دن ختم ہو گیا تھا۔میں آپ کے توسط سے نیر بخاری صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کہا کہ اس مشکل وقت میں سینیٹ کے اجلاس کو سیلاب زدگان کے لیے چلنا چاہیے اور اسی وجہ سے ہم نے ڈیڑھ کروڑ روپیہ جمع کر لیا ہے۔ میں تمام سینیٹرز کا شکریہ ادا کرتا ہوں، خاص کر اسحاق ڈار صاحب، نیر بخاری صاحب کا۔ آپ جو سامان لے جانا چاہتے ہیں، اس کو وہاں جا کر شفاف انداز میں تقسیم کریں۔ ہماری جتنی بھی کوشش ہو گی، سیاسی اختلافات کے باوجود، سب مل کر اس آفت کا مقابلہ کریں۔ ہماری قوم میں یہ جرأت ہے، قوت ہے، ہم نے پوری دنیا کو زلزلہ کے وقت بھی دکھایا تھا کہ ہم متحد ہیں۔ ہم ابھی بھی اسی جرأت اور قوت کا مظاہرہ کریں۔ ہمیں اللہ سے امید ہے کہ وہ انشاءاللہ تعالیٰ متاثرین کے لیے بہتر کرے گا۔ شکریہ بہت بہت۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ حاجی لشکری رئیسانی صاحب۔

سینیٹر نوابزادہ حاجی میر لشکری رئیسانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! اس وقت تنقید اور نمبر بنانے کا موقع نہیں ہے، اس وقت یہ ہے کہ ہم کیسے ان متاثرین کی مدد کر سکتے ہیں؟ اس وقت اس بات کا بھی موقع نہیں ہے کہ کالاباغ ڈیم کی بات کریں اور یہ بھی موقع نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی ہوئی ہے اور کچھ پر تیزاب گرایا گیا، یہ ہماری حکومت ہے اور ہم امداد لے کر جائیں گے، اس قسم کی باتیں۔ بات یہ ہے کہ ایک ہے امداد کرنا اور دوسرا ان کی بحالی، ان دونوں کو institutionalize and systematic کیسے بنایا جائے؟ یہ بھی موقع نہیں ہے کہ ہم سارے parliamentarians ان متاثرہ اضلاع میں چلے جائیں، وہاں پر پولیس، DCOs وغیرہ ہمارے لیے مرغ پکانے اور ہماری ہی خدمت میں لگ جائیں۔ ہم ان اضلاع کے شہریوں تک تو پہنچ سکیں گے مگر ایسے بھی دیہات ہیں جو زیرآب آئے ہیں، ایسی جگہیں ہیں جہاں عام لوگ نہیں پہنچ سکے ہیں، اس کے لیے کیا کیا جائے؟ جناب والا! ہمارے پاس یہاں پر دو ادارے ہیں، ان میں ایک ہلالِ احمر ہے جن کے پاس ایک پورا system ہے اور دوسرا NDMA ہے، جن کے پاس بھی ایک system موجود ہے۔ ہماری as a parliamentarians یہ duty ہونی چاہیے کہ انہیں سامان کیسے supply کریں اور distribution کو systematic and transparent کیسے بنائیں؟ being parliamentarian یہ ہماری duty نہیں ہے کہ ہم ان اضلاع میں جا کر لوگوں کے مسائل میں اضافہ کریں اور پوری انتظامیہ ہماری خدمت میں لگ جائے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ان دو اداروں کو سامان کیسے supply کرتے ہیں اور یہ ادارے اُس سامان کو لوگوں تک کیسے پہنچاتے ہیں؟ مثلاً یہاں پر بلیدی صاحب نے کہا کہ لوگوں کے لیے لائے گئے امداد کے کمبل اور ٹینٹ بعد میں مارکیٹوں میں بک رہے ہوتے ہیں۔ یقیناً ہم اس کو systematic نہیں بناتے ہیں، مثلاً اگر ایک شخص کو کمبل یا امداد نہیں پہنچتی ہے تو دوسرے کو اس کا دوگنا یا تین گنا پہنچتا ہے تو وہ ضرورت کے مطابق اپنے پاس رکھتے ہیں اور باقی کو وہ مارکیٹوں میں بیچ دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک شکایت یہ بھی آرہی ہے کہ حکومت وقت کے منتخب نمائندے اپنے لوگوں کو یہ امداد پہنچا رہے ہیں اور ان کے کچھ مخالفین جو متاثر ہیں ان کو کوئی امداد یا خوراک نہیں پہنچ رہی۔ میری عرض یہ ہے کہ ہمارے پاس جو دو ادارے ہیں ہم ان کو فعال بنائیں۔ دنیا میں منظم اقوام، جمہوری اقوام مشکلات میں گھرے لوگوں کی مدد کرتی ہیں۔

Political لوگوں کے جانے سے یقیناً moral boosting ہوتی ہے مثلاً وہاں مختلف ملکوں کے سربراہان موقع پر جاتے ہیں تو moral boosting ہوتی ہے۔ وہاں کی انتظامیہ زیادہ بہتر طریقے سے کام کرنا شروع کر دیتی ہے۔ ہمارا کام اس وقت یہ ہے کہ یہاں جو بین الاقوامی برادری اسلام آباد کے diplomatic enclave میں ہے ہم ان کے پاس جائیں اور ان سے اپیل کریں اور ان سے امداد کو تیز کرنے کی request کریں۔ مثلاً اگر ہم آج ایک قرار داد پاس کرتے ہیں جس میں بین الاقوامی برادری سے اپیل کی جائے کہ وہ پاکستان کے سیلاب کے متاثرین کی امداد کریں تو شاید اس سے اثر پڑے۔ اس کے بعد ہمارے parliamentarians کی کمیٹیاں بنیں جو عرب دنیا، جن کے surplus budget ہیں یا دنیا کے سرمایہ دار ممالک جن کے پاس بہت زیادہ وسائل ہیں ان کے پاس جائیں کہ وہ پاکستان کی مدد کریں۔

باقی ہمارا کام سپلائی کرنا ہے۔ وہاں جو ادارے ہیں وہ امداد کو distribute کریں اور وہ distribution متاثرین کی بنیاد پر ہو۔ وہ اس بنیاد پر نہ ہو کہ یہ پیپلز پارٹی کا ہے یا پیپلز پارٹی کا نہیں ہے تاکہ ہمارا کام بہتر انداز میں آگے جا سکے۔ ہم distribution کے کام میں دخل اندازی نہ کریں تاکہ امداد عام آدمی تک پہنچ سکے۔ بہت شکریہ جی۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ بخاری صاحب! آپ wind up کریں گے یا Law Minister *sahib* کریں گے؟ اچھا میں پہلے ایک بات کر دوں کہ باتیں بڑی اچھی ہوئی ہیں اور اب میں سمجھتا ہوں کہ ان کو عملی جامہ پہنانا چاہیے اور کل ساڑھے گیارہ بجے ہماری meeting ہے اور اگر Chairman NDMA اسلام آباد میں ہیں تو ان کو بھی کل بلا لیجئے تاکہ ان سے بھی ہم details لیں، if he is in Islamabad.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: He is in Karachi right now.

Mr. Chairman: He is in Karachi, who is his number 2, somebody who knows facts.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: The person Who is dealing this operation, he is in Islamabad, we can call him.

Mr. Chairman: He should come with the complete facts

کیونکہ تمام Senators questions کریں گے، probing questions ہوں گے۔
اس کے علاوہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ عملی جامہ پہنانے کے لیے جو کل سے ہفتہ شروع ہوا ہے یہ سینیٹ کی طرف سے امداد کا ہفتہ ہے ۔ ہم یہ decide کریں کہ جو پیسے ہم نے جمع کیے ہیں ان کو کیسے distribute کرنا ہے in an effective manner. وہ تمام districts جہاں کے لوگ اس وقت مصیبت میں ہیں، مشکلات میں ہیں، ان کو کیسے مشکلات سے نکالنا ہے۔ ڈار صاحب! میں سمجھتا ہوں کل سے یہ کام war footings پر کیا جائے۔ یہ ہفتہ ہم انشاء اللہ اس پر لگا دیں گے۔

اب remedies دیکھیں کہ یہ 2010 flood میں بھی آیا اور 2011 میں بھی آیا۔ اب 2012 میں پھر آئے گا۔ اس کے لیے ہم یہ سوچیں کہ اس flood کے آنے کی causes کیا ہیں؟ بارشیں تو ہوتی ہیں۔ ان floods کو روکنے کی تدابیر کیا کی جائیں؟ اس پر ایک کمیٹی اپنی رپورٹ مرتب کرے جو ہم حکومت کو بھیجیں۔ NDMA والے لوگ آئیں گے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر ہم اس مسئلے کو discuss کریں کہ what are the causes of the flood and how to control the flood? What are the remedies for future? شکریہ، جی اب please آپ conclude کیجیے، wind up کر لیجئے۔ بلیدی صاحب! بیٹھ جائیں، let the Leader of the House wind up the debate now.

Point of order Re: the spread of Dengue Fever in the country

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: شکریہ جناب چیئرمین۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ ایک consensus کے ذریعے سینیٹ کا session چلا اور honourable members نے سندھ میں سیلاب کے حوالے سے گفتگو بھی کی۔ اس میں بہت ساری اچھی تجاویز بھی آئیں۔

جناب چیئرمین: اگر اجازت ہو تو میں ایک عرض کروں، ڈار صاحب کل جو ہم meeting کر رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ہم ڈینگی پر بھی تھوڑی سی research کرکے پاکستان کے چاروں صوبوں کو بھجوائیں؟

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جی، جی ضرور ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین: کیونکہ میں آپ کو عرض کروں جب last year November, 2010 میں شہاب الدین صاحب Health Minister تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ یہ اس سال نومبر میں پھیلا تھا۔ انہوں نے کہا کہ سردیاں آرہی ہیں۔ یہ ختم ہو جائے گا۔ آپ سب لوگ بہت ہنسے بھی تھے۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ دو تین مہینے کے بعد یہ پھر آجائے گا۔ یہ پھر آگیا تین چار مہینے کے بعد۔ اس وقت میں نے یہ ruling دی تھی کہ national policy بنائی جائے۔ چاروں provincial ministers بیٹھ کر، health Secretaries کے ساتھ بیٹھ کر future میں کوئی کام کیا جائے۔ پتا نہیں وہ ہوا ہے کہ نہیں ہوا ہے۔ کلثوم صاحبہ! آپ تو اس وقت standing Committee کی Chairperson بھی تھیں۔ آپ اس پر کچھ روشنی ڈالیں گی؟ جی ڈار صاحب، پہلے ڈار صاحب پھر کلثوم صاحبہ۔ یہ نومبر کا مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: بالکل ہوا تھا اور چیئرمین صاحب کچھ بنیادی چیزیں ہیں جیسے آپ نے بالکل صحیح فرمایا کہ یہاں فیصلے ہوتے ہیں لیکن ان پر ہم عمل درآمد نہیں کرتے۔ ایک National Dengue Control Authority بننی چاہیے تھی۔

جناب چیئرمین: بالکل، میں کہتا ہوں national policy بننی چاہیے۔ 54 countries میں یہ مسئلہ درپیش ہے۔ انڈیا میں بھی آیا ہے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جن ممالک میں یہ مسئلہ آیا ہے، میکسیکو میں، سری لنکا میں، تھائی لینڈ میں، وہاں یہ ایک سال نہیں رہا۔ وہ جو ہنسنے والی بات تھی وہ حقیقت ہے کہ جب winter weather شروع ہو جاتا ہے تو یہ automatically ختم ہو جاتا ہے لیکن دوبارہ مارچ، اپریل میں re-emerge ہوتا ہے، جونہی گرمی شروع ہوتی ہے اور پھر یہ پانچ چھ مہینے رہتا ہے۔ مثلاً تھائی لینڈ میں پچھلے سال بھی ڈینگی کے ایک لاکھ cases تھے لیکن وہاں جو deaths ہوئیں وہ سات آٹھ ہیں۔ جس طرح کوئی بھی viral بیماری ہو، flue ہو، کوئی اور problem ہو، یہ اس طرح کا problem ہے جو پندرہ بیس سال رہتا ہے اور اس کے لیے preventive measures اگر timely لیے جائیں جب winter ختم ہوتا ہے تو preventive measures سے 70 to 80% آپ اس کو کنٹرول کر سکتے ہیں۔ باقی cases پھر بھی ہوں گے۔ اس کے لیے authority کے قیام کا concept بہت اچھا ہے، اس کے لیے national level پر تیاری ہونی چاہیے کیونکہ یہ ایک صوبے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ

problem دوسرے صوبوں میں بھی شروع ہو چکی ہے، KPK میں بھی، سندھ میں بھی ہے۔ اللہ نہ کرے یہ بلوچستان میں زیادہ نہ پہنچ جائے اس کا ایک ہی solution ہے۔ اب چونکہ health mainly devolve ہو چکی ہے اور میں آپ سے عرض کروں کہ Prime Minister *Sahib* نے آج پنجاب میں ایک meeting رکھی ہوئی تھی جس میں چاروں Chief Secretaries کو invite کیا ہوا تھا اور Chief Minister Punjab کو بھی invite کیا تھا۔ اب چونکہ maximum اٹیک ہوا ہے، جو ہزاروں میں ہوا ہے، پنجاب میں اس کا attack ہوا ہے۔ اس میں جو bold measures لیے جا سکتے تھے، مثلاً private hospitals کو engage کیا گیا government hospitals کے علاوہ اور Section 148 کے تحت ان کو mandatory یہ directions دیں کہ اس کا ٹیسٹ ضروری ہے۔ اب لوگوں پر نفسیاتی اثر بھی ہے۔ لوگوں کو اگر ویسے بھی بخار ہو تو وہ بے چارے گھبرا جاتے ہیں کہ شاید یہ dengue fever ہی نہ ہو۔ اگر یہ dengue fever ہے اور اس کے چیک اپ میں platelets خدانخواستہ بیس ہزار کے level سے کم آجائیں تو پھر bleeding شروع ہو جاتی ہے اور یہ ساری problems ہوتی ہیں۔

جناب چیئرمین: اصل میں، میں سمجھتا ہوں میڈیا نے بھی پوری طرح لوگوں کو ابھی تک inform نہیں کیا۔ dengue کی دو forms ہیں۔ ایک dengue fever ہے جو flue like ہے اور اس میں death نہیں ہوتی۔ دوسرا dengue haemorrhagic fever ہے جس میں death ہوتی ہے۔ یہ بڑا severe ہوتا ہے۔ اس میں bleeding بھی ہوتی ہے۔ اس میں platelets نیچے جاتے ہیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: اس سے bleeding ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین: میں سمجھتا ہوں اس سے عوام کو aware کیا جائے کہ اس fever کی characteristics کیا ہیں؟ اس کو روکا کیسے جا سکتا ہے؟ پانی کو کیسے ڈھانکا جائے؟ Fumigation and fogging وغیرہ کی جائے۔ یہ سارے preventive measures ہیں theoretic تو ہے ہی نہیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: اس کے باوجود قریباً 20% سے 30% پھر بھی لوگ اس میں مبتلا ہوں گے جیسے تھائی لینڈ میں پچھلے سال میں ایک لاکھ cases ہیں لیکن deaths نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: سری لنکا کے اندر بھی۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: اور Sri Lanka is another success story کہ وہاں دو اڑھائی کروڑ کی آبادی میں پینتیس ہزار کیس تھے لیکن وہ لوگوں کو مرنے نہیں دیتے۔ اور اس میں یہی ہے کہ preventive measures کے ساتھ ساتھ platelets ہونے ضروری ہیں، اس کے platelets banks بنے ہوں اور اگر خدا نخواستہ کسی کو haemorrhage fever ہو اور وہ indicate کریں تو پھر اس کو فوری طور پر روکا جائے۔ اسی وجہ سے پنجاب نے اس میں under directive, کام کیا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کچھ لوگوں نے resist بھی کیا۔ ایک غریب آدمی اس کے ٹیسٹ کے لیے نوے روپے سے زیادہ کیا دے گا؟ جنہوں نے resist کیا تو قریباً 20 laboratories کو سیل کر دیا گیا پچھلے تین دنوں میں who refused to cater and entertain. میں پچھلے week end میں پنجاب میں اسی کام میں مصروف تھا۔ یہ ایک national issue ہے، یہ ایک national calamity ہے اور یہ جائے گی نہیں ۔ یہ دس پندرہ سال کے لیے ہے اور ہمیں اس کے لیے تیاری رکھنی چاہیے کہ ہم نے ہر سال کام کرنا ہے۔ WHO کو engage کریں۔ سارے صوبے آپس میں مشورہ کریں اور جیسے میں نے عرض کیا کہ آج Prime Minister Sahib لاہور میں ہیں۔ انہوں نے وہاں meeting رکھی تھی جس میں Chief Minister Punjab اور چاروں Chief secretaries بھی موجود تھے۔

جناب چیئرمین: شکریہ، جی کلثوم صاحبہ! کیا آپ کچھ کہیں گی؟

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! آپ نے پچھلے سال بھی یہ میٹنگ کی تھی اور آپ نے ruling دی تھی کہ اس میں ایک national policy بنائی جائے کیونکہ آنے والے بیس سال تک خدشہ ہے کہ dengue fever اسی طریقے سے زیادہ ہوتا جائے گا۔ ابھی آپ نے دیکھا کہ dengue fever and dengue virus 20% زیادہ ہوا ہے، جس میں ایک بہت خطرناک بات یہ ہے کہ جس کو مادہ مچھر کاٹتی ہے اس کو زیادہ خطرہ ہے اور جس کو نر مچھر کاٹتا ہے اس کو کم خطرہ ہے۔ اب چونکہ صوبوں کو وزارت صحت چلی گئی ہے، میرا خیال ہے کہ آپ کل میٹنگ کریں اور یہ بڑا important topic ہے جو کہ پورے ملک کے لیے ہے۔ اب تو بلوچستان تک بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ آج کوئی ساٹھ کے قریب cases وہاں تک پہنچ گئے۔ میرا خیال ہے کہ جیسے جیسے لوگ travel کرتے ہیں ان کے

ساتھ ساتھ یہ بیماری بھی travel کر رہی ہے۔ اس کے لیے کل ان کو بھی بلالیں کہ اس پر کس حد تک کام ہوا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ آپ consensus کے ساتھ ایک قومی پالیسی بنائیں اور جیسا کہ ڈار صاحب نے کہا ہے کہ WHO اور بین الاقوامی اداروں کو ہم on board لیں تا کہ یہ جو ملک میں ایک بہت بڑی وبا ہے اس پر کسی طریقے سے قابو پایا جائے یہ بھی آپ کل کی میٹنگ میں discuss کریں۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ میاں رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین شکریہ۔ میں آپ کے توسط سے صرف دو منٹ لوں گا۔ بات یہ ہے کہ یہ بالکل درست ہے کہ ڈینگی ایک ایسا virus جس نے پورے ملک کو لپیٹ میں لے لیا ہے لیکن اگر ہم کوئی کام کرنے جا رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں آئین کے تقاضوں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

Mr. Chairman: We know, it is a provincial subject.

سینیٹر میاں رضا ربانی: نہیں، جناب میں صرف آپ کی بات نہیں کر رہا، میں یہ بات عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ میرے نقطہ نگاہ سے وزیر اعظم صاحب نے بھی آج لاہور میں health کی جو meeting call کی ہے اور اس کو National Conference on Health and Dengue کا نام دیا وہ درحقیقت درست نہیں تھا کیونکہ اگر آپ Concurrent List کو دیکھیں تو اس میں item No.22 کا تعلق ایسی infectious diseases سے تھا جو across provinces تھیں اور یہ 18th Amendment کے تحت item No.22 صوبوں کو اب devolve ہو چکا ہے لہذا اگر کوئی ایسی صورت حال پیدا ہوئی تھی تو اس میں بجائے ایک national conference call کرنے کے جس میں تمام Chief Secretaries موجود تھے، اس کا موزوں ترین فورم اٹھارھویں ترمیم اور آئین کے تحت CCI تھا۔ وزیر اعظم صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ CCI کی meeting call کرتے اور اس کے تحت چاروں Chief Ministers کو بلاتے اور وہاں پر Chief Secretaries بھی ہوتے اور وہاں سے ایک consensus policy emanate کرتی۔ یہ سول بیوروکریسی جو ان کو اس قسم کے مشورے دے رہی ہے کہ آپ اس قسم کی national conferences کریں، میں سمجھتا ہوں کہ اٹھارھویں ترمیم کی spirit کے خلاف ہے۔ یہی کام ایک فورم جو آئین کے تحت Council of Common Interests کا دیا ہوا ہے اس فورم کو استعمال کرتے ہوئے کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ صابر علی بلوچ۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب والا! میاں صاحب نے جو فرمایا ہے، بات یہ ہے کہ یہ انسانی ہمدردی کا معاملہ ہے، یہ پاکستان کے غریب عوام کا معاملہ ہے، ان کی بیماری کا معاملہ ہے، ان کی مفلسی کا معاملہ ہے۔ اس میں وزیر اعظم صاحب نے جو قدم اٹھایا ہے وہ بروقت اٹھایا ہے۔ یہ کون سی بات ہے، ڈینگی جیسی بیماری اور وائرس میں آئین کہاں سے آجاتا ہے؟ یہاں پر اٹھارھویں ترمیم کہاں سے آجاتی ہے؟ We appreciate the Prime Minister. ہم وزیر اعظم صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے پاکستان کے غریب عوام کی بیماری کا احساس کیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ جی بخاری صاحب please wind up the debate.

(مداخلت)

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! یہ آئین کا مسئلہ ہے۔ اس حوالے سے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ وزیر اعظم صاحب نے ایک کام کیا، یہ اپنی جگہ پر لیکن جب ایک مکمل آئینی ادارہ موجود ہے، اس کے تحت کام کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، سمجھ آگئی ہے۔ جی، بخاری صاحب please wind up the debate now.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari : Sir, probably there is a misconception regarding the International Conference on Health which was held today in Lahore. They were not going for any legislation or policy decision.

ڈینگی بخار اور وائرس کی وجوہات اور اس کی remedies جاننے کے لیے وہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی

Sir, we believe in the supremacy of the Constitution and we would not like to interfere in all those subjects which are with the provinces. I am giving this assurance on behalf of the Government.

اب گزارش یہ ہے کہ ایک اچھا omen ہے کہ سندھ میں جو سیلاب آیا ہے اس کے حوالے سے یہاں سینیٹ میں بحث بھی ہوئی، اس میں تجاویز بھی آئیں، کمزوریوں کی نشاندہی بھی کی گئی۔ اور ہم سمجھتے

کمزوریوں کی نشاندہی Members of Parliament and civil society ہیں کہ جہاں جہاں کریں گے تو حکومت پاکستان ، حکومت صوبہ سندھ اور اس کے عوام کو support بھی کرے گی اور اس کے لیے measures بھی لیے جائیں گے۔

جناب والا! یہاں پر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ مختلف حوالوں سے جو data تھا وہ NDMA and Sindh Government بھی جاری کر رہی ہے۔ جب بارشوں کا آغاز ہوا تو یہ تنقید بھی آئی کہ جب forecast آرہی تھی تو جو national weather forecast ہے وہ تین دن کے لیے آتا تھا اور جو global forecast وہ سات دن کا آتا تھا۔ اس کے بارے میں یہ تھا اس مرتبہ دس فیصد مون سون بارشیں زیادہ ہوں گی لیکن ,unexpectedly بارشیں جو ہوئی ہیں، آپ اندازہ لگائیں کہ مٹھی جیسے علاقے میں تیرہ سو ملی میٹر بارش ہوئی اور سندھ کے کسی بھی ضلع میں چھ سو ملی میٹر سے کم بارش نہیں ہوئی اور forecast سے over and above بارشیں ہوئی ہیں اور اس کو ایک قدرتی آفت بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب یہ بارشوں کا سلسلہ شروع ہوا تو صدر پاکستان نواب شاہ اور دوسرے اضلاع میں بھی خود تشریف لے کر گئے، وزیر اعظم پاکستان بھی گئے اور گیارہ تاریخ کو اس کی شدت کا احساس کرتے ہوئے وزیر اعظم صاحب نے ممبران پارلیمنٹ کی ایک committee constitute کر دی جس میں تین اراکین قومی اسمبلی سے تھے اور خود میں یہاں سینیٹ سے تھا اور انہوں نے NDMA and PDMA and Sindh Government کو coordinate کرنے کے لیے ایک کمیٹی وفاقی حکومت کی جانب سے constitute کی۔ جو data available تھا وہ tentative تھا، tentative اس sense میں چونکہ بارشوں کا سلسلہ مسلسل جاری تھا، اس علاقے میں access نہیں تھا، so much so کہ ہیلی کاپٹرز نہیں چل پا رہے تھے کہ جن کے ذریعے اندازہ کیا جا سکے۔ data collect کرنے کی بنیادی ذمہ داری بھی ضلعی حکومت کی ہے، Data collect کرنا district government کا کام ہے اور district government پھر provincial government کو onward transmit کرتی تھی اور پھر صوبائی حکومت فیڈرل گورنمنٹ یا NDMA کو transmit کرتی تھی۔ صورت حال یہ تھی کہ ضلع کے اندر جو official تھے وہ خود متاثرین میں تھے اور پٹواری اور پٹے دار خود متاثرہ لوگوں میں سے تھے جن کے اپنے گھر ڈوبے ہوئے تھے اور سندھ میں اکیس ایسے ضلعے ہیں جن کی 60 million population affect ہوئی ہے اور صورت حال یہ تھی کہ میں کمیٹی کے ممبر ہونے کی حیثیت سے دو مرتبہ سندھ گیا ہوں، کراچی میں بھی ہم نے meetings کیں اور وزیر اعظم صاحب کے ساتھ بھی کیں۔

Aerial view آپ دیکھیں، جب ہم بہت سارے شہروں میں گئے بھی تو شہروں کے شہر ڈوبے ہوئے ہیں۔ جہاں پر پکی آبادیاں ہیں، جہاں پر سیمنٹ اور کنکریٹ کے گھر ہیں، وہ بھی رہنے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ ان کے باہر بھی چار، چار، پانچ، پانچ فٹ پانی کھڑا ہے۔ آپ تھر کے علاقے میں دیکھیں، وہاں ہزاروں لوگ بے سروسامانی کی حالت میں، کھلے آسمان کے نیچے پڑے ہوئے ہیں۔ Originally Committee کا کام coordinate کرنا تھا، NDMA کی جو efforts تھیں اور PDMA کے ساتھ اور سندھ حکومت کے ساتھ۔ جتنی total distribution ہے وہ NDMA نے کرنی ہے۔ سندھ حکومت نے committees constitute کر دی ہیں اور ان کمیٹیوں کی سربراہی صوبائی وزراء کر رہے ہیں۔ اس ضلعے سے پارلیمنٹ کے جتنے ممبرز ہیں وہ ان کمیٹیوں کے ممبر ہیں اور DCOs ان کے secretaries ہیں اور ممبران پارلیمنٹ کو اس لیے صوبائی سروسز کا ممبر بنایا گیا کیونکہ عوام کو جوابدہ ہیں، وہ عوام کے منتخب نمائندے ہیں۔ ان کو عوام کے پاس جانا پڑتا ہے اس لیے ان کو عوام کی مشکلات اور دشواریوں کا زیادہ احساس تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک پونے دو لاکھ tents فراہم کیے گئے ہیں۔ یہ بہت سارے areas تھے جہاں پر بہت زیادہ affectees تھے مثلاً دس لاکھ لوگ بدین میں affect ہوئے ہیں۔ اسی طرح ہمارے پاس data اور details بھی ہیں۔ NDMA اور PDMA نے مل کر تقریباً 175,000 ٹینٹ بھی فراہم کئے اور تقریباً چھ لاکھ خوراک کے packets جن میں ایک فیملی کے لئے کوئی چھ دن کا کھانا موجود تھا، وہ بھی فراہم کئے گئے۔ فیڈرل گورنمنٹ نے جو کمیٹی ممبران پارلیمنٹ کی بنائی ہوئی ہے، وہ اس کو monitor کر رہی ہے اور اس کی coordination کر رہی ہے۔ ابتدا میں Prime Minister *Sahib* نے 2 billion روپے NDMA کو جاری کئے ہیں۔ کل Prime Minister *Sahib* نے مزید 1.53 billion روپے جاری کر دئے ہیں۔ آغاز کے دنوں میں مشکل مسئلہ یہ تھا کہ لوگوں کو اس پانی سے کیسے نکالا جائے۔ پھر اس میں آرمی کو involve کیا گیا اور نیوی کی کشتیاں آئیں۔ پہلے ہم نے لوگوں کو پانی سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ یقین کریں ایسے اضلاع بھی ہیں کہ اگر وہاں پر کوئی فوت ہو جاتا تو قبر کھودنے کے لئے کوئی سوکھی جگہ نہیں ملتی تھی۔ اس قسم کے حالات بھی وہاں پر تھے۔ اب حالات وہاں پر اس قسم کے ہیں کہ relief کے ساتھ ساتھ ایک بڑا مسئلہ وہاں پر درپیش ہے وہ بیماریوں کے پھیلنے کا ہے۔ پینے کے لئے وہاں پر شفاف پانی دستیاب نہیں ہے۔ وہاں پر ٹیوب ویلز سارے خراب ہو گئے ہیں یا جو ہینڈ پمپ تھے وہ سارے خراب ہو گئے ہیں اس کے باوجود سندھ حکومت وہاں پر شفاف پانی لوگوں مہیا کر رہی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جہاں پر کمی ہے ممبران سینیٹ اور قومی اسمبلی identify کریں تو حکومت اپنی پوری efforts کرے گی۔ صدر پاکستان نے بھی International Community کو اپیل کی ہے۔ Prime Minister *Sahib* نے بھی International Community کو اپیل کی ہے۔ تھوڑا سا یہ عرض کردوں کہ کسی نے درست کہا تھا کہ earthquake تو heart attack کی طرح ہے اور floods کے effects کینسر کی طرح ہیں۔ اب آپ دیکھ لیں کہ جتنا معاشی نقصان ہوا ہے۔ ہمارا GDP بڑا drop down ہو جائے گا۔ تقریباً دو ملین ایکڑز پر کھڑی فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔ کاٹن، گنا اور جتنی بھی چیزیں وہاں پر اگی ہوئی تھیں، تباہ ہو چکی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہاں پر infrastructure totally collapse ہے۔ گاڑیاں اب سڑکوں پر چل نہیں سکتیں۔ اس لئے حکومت پاکستان کی یہ کوشش بھی ہے اور نہ صرف اپنے resources سے بلکہ International Community کو اپیل کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چین، ایران اور ترکی نے support کیا اور باقی ممالک سے بھی ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کے عوام کی اور بالخصوص سندھ کے لوگوں کی مدد کریں گے جیسے انہوں نے پہلے کیا تھا وہ اس دفعہ بھی کریں گے۔ یہاں پر پوچھا گیا ہے کہ پچھلے فنڈز کے distribution کا کیا ہوا؟ گزارش یہ ہے کہ 20 ہزار وطن کارڈ کے ذریعے پچھلے سال دیا گیا۔ ابھی Prime Minister *Sahib* نے کل جو دورہ کیا affected areas کا تو انہوں نے 20 ہزار روپے per family announce کیا ہے اور apart from that جو 40 ہزار روپے پچھلے affectees کے تھے ان کو بھی ملنا تھا۔ خیبر پختونخوا میں وہ payments شروع ہو گئی ہیں۔ سندھ میں بھی وہ 40 ہزار روپے اور یہ 20 ہزار روپے جو Prime Minister *Sahib* نے announce کیا ہے یہ بھی سیلاب زدگان کو فراہم کیے جائیں گے۔

لشکری صاحب نے کہا کہ diplomats کے پاس جائیں۔ اس پر حکومت پاکستان نے ایک briefing diplomats کے ساتھ Foreign Office میں رکھی تھی اور ان کو آگاہ کیا گیا تھا کہ پاکستان میں سیلاب کی جو تباہ کاریاں ہوئی ہیں اور لوگ جو displace ہوئے ہیں، وہ بھی ان کے knowledge میں لایا گیا اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ لوگ بھی ہماری مدد کریں گے۔ Red Crescent بھی وہاں پر کام کر رہی ہے لیکن وہاں پر NGOs کی access نہیں ہو سکی ہے۔ Access تب ہوتی کہ جب وہاں پر کوئی ٹرانسپورٹ چل سکے۔ اس کے لئے حکومت پاکستان نے یہ

بھی کہا کہ ہم ان کو access دینے کے لئے بھی تیار ہیں۔ سول سوسائٹی کی Organizations کو ہم logistic فراہم کرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔

سیلاب کی تباہ کاریوں میں جہاں کہا گیا کہ حکومت نے کوئی plan out نہیں کیا تھا۔ وہاں پر جو drain نالہ LBOD ہے اس کی 5500 capacity کیوسک تھی اور پانی کا Blow کوئی 20 ہزار کیوسک تھا۔ آگے پھر جب پانی سمندر میں گرتا ہے تو وہ پانی accept نہیں کر رہا تھا۔ Tide high تھی پانی سمندر میں جا نہیں پا رہا تھا تو یہ سارے معاملات ہیں یہ beyond human control تھے۔ یہ humanly controllable نہیں تھے لیکن اس کے باوجود حکومت پاکستان کو ان measures کا احساس ہے اور ان لوگوں کے دکھ کا اور ان کی تکلیف کا احساس ہے۔ حکومت پاکستان کے پاس جتنے بھی وسائل ہیں وہ بروئے کار لائے گی اور ان کی rehabilitation تک حکومت پاکستان ان تھک محنت کرتی رہے گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ The motion has been talked out. باقی سارا ایجنڈا تو defer ہو جائے گا۔

I will now read out the prorogation order received from the President.

"In exercise of the powers conferred by Article 54 (1) of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I do hereby prorogue the Senate Session on the conclusion of its business on 19th September, 2011."

Sd/

(Asif Ali Zardari)

President,

Islamic Republic of Pakistan

[The House was then prorogued sine die]